لیہلک من ہلک عن بینۃ ویحیی من حی عن بینۃ

الحمد للہ والمنۃ کہ رسالۂ نافعہ وعجالۂ رائعہ موسوم بہ

# حجج قاطعہ

جواز ذکر عروسی حضرت قاسم علیہ السلام ہین تصنیفات جناب جبر
علامہ وتحریر فہامہ سالک مسالک اجتہاد ناہج مناہج رشاد کثیر
التصنیفات صاحب تحقیقات وتدقیقات ناصر الشیعۃ ظہیر الشریعۃ
المجتہد المؤتمن جناب مولانا السید ابو الحسن صاحب مد ظلہ العالی


حسب فرمائش بعض رؤسائے نامدار وامرائے عالیوقار باہتمام داروغہ
سید محمد عرف چھدن صاحب

در مطبع تصویر عالم لکھنؤ طبع گردید

بسم اللہ الرحمن الرحیم

واضح ہو کہ بزرگان شہر رؤسا امرا اشرفا شہزادون نے جناب قبلہ و کعبہ مولانا سید ابو الحسن صاحب مدظلہ العالی سے زبانی بھی عرض کیا اور تحریرات بھی خدمت شریف مین بھیجین کہ جناب موصوف اپنا قول مختار عروسی حضرت قاسم علیہ السلام کے بارے مین بدلائل تحریر فرماوین چنانچہ بعض تحریرات درج ذیل بھی کیے گئے ہین لہذا جناب موصوف نے اپنا قول مختار بدلائل عام فہم تحریر فرمایا۔

راقم

داروغہ سید محمد عفی عنہ

جناب مولانا مولوی سید ابو الحسن صاحب مدظلہ

پس از تسلیم التماس یہ ہو بندہ نے کربلای معلی مین حجرہ حضرت قاسم علیہ السلام بنا ہوا دیکھا اور سب لوگ جا کر زیارت بھی پڑھتے ہین چنانچہ مین نے بھی جا کر زیارت پڑھی اور شب کو حجلہ حضرت قاسم علیہ السلام اٹھا جس ہین مین بھی شریک ہوا اور مہندی بھی روشن ہوتے دیکھی اور شریک مہندی بھی ہوا جناب شیخ کے صاحبزادہ سے کہ اُنکے جانشین ہین دریافت کیا۔ اُنھون نے فرمایا جو تمھارے مجتہد العصر ہین جیسا وہ فرماوین اُسپر عمل کرو لہذا آپکی تحقیق عروسی حضرت قاسم علیہ السلام مین کیا ہو تحریر فرمائیے۔ زیادہ تسلیم رقیمۂ نیاز غنی بہادر نبیرہ

جناب معلی القاب عالم دوران و فاضل زمان واقف امور فروع و اصول دانندۂ علوم معقول و منقول سمی حضرت امام ابو الحسن جناب سید ابو الحسن صاحب مدظلہ العلی۔

بعد از ادای آداب فدویانہ گذارش یہ ہو کہ فی زمانہ ناجواز و غیر جواز عقد جناب قاسم کی بابت شہر مین ایک شہرت ہو کہ اسکا پڑھنا مجالس مین نہین چاہیے اور اسکے نہ پڑھنے سے کمی گریہ اور عدم رونق عزاداری ہوتی ہو بلکہ میرے نزدیک نصف عزاداری رہی جاتی ہو جب یہ مسئلہ اختلافی ہو اور کوئی حرج ہمارے مذہب اور ضعف ایمان کا باعث نہین ہو سکتا تو کس وجہ سے یہ امر جو باعث رقت ہو اُسکو ترک

نواب امین الدولہ بہادر مرحوم

بخدمت شریف جناب قبلہ وکعبہ مولانا سید ابوالحسن صاحب مدظلہ العالی۔

بعد تسلیم وتکریم بصد تعظیم معروض خدمت بابرکت ہی کہ اکثر اکابر وبزرگان شہر نے جنمین شہزادہ اور امرا رؤسا اطبا اور علما بھی ہین جناب سے درخواست کی کہ اپنا قول مختار عقد حضرت قاسم کے بارے مین تحریر فرماوین اسکو عرصہ گذر گیا مگر جناب نے کچھ توجہ نہ فرمائی لہذا معروض خدمت ہی کہ جناب بدلائل عام فہم اپنا قول مختار تحریر فرماوین تاکہ شکوک دفع ہون۔ فقط

کمترین اصغر جان بقلم خود

کرین اور ثواب مین کمی کرین اور کیون نہ اپنے اعمال زشت کو قطرات اشک مصائب جناب سید الشہدا سے دھوئین اسوجہ سے اکثر علمای ماسبق نے جواز تحریر فرمایا ہی مگر بسبب نہ ہونے علم کے اُس تحریر کے دیکھنے اور سمجھنے سے محروم ہین اسوجہ سے آپ کی خدمت مین گذارش ہی کہ اس عقدۂ لاحل کو آپ حل فرماوین اور ہماری تاریکی جہل مرکب کو اپنی شعاع آفتاب علم سے منور فرماوین کہ ہم اس عمل خیر سے محروم نہ رہین یعنی ایک رسالہ عام فہم جسکو ہم سمجھ سکین اور باعث ہماری ترقی گریہ اور تقویت ایمان اور رونق عزاداری کا ہو جسکی وجہ سے امید مغفرت ہو تالیف فرماکر شایع فرماوین فقط

عریضہ فدوی قیصر مرزا خلف نواب مرزا محمد صادق علی عرف شہنشاہ دولہ بہادر

جناب معلی القاب اعلم زمان و فقیہ دوران حبر مکرم نحریر معظم نائب حبیب ایزد منان جناب مولانا سید ابوالحسن صاحب قبلہ ظلہ العالی

یہ کمترین حضور کی خدمت فیضدرجت مین عرض کرتا ہی کہ آپکو خدانے عالم علم ربانی کیا ہی اور آپ حاوی ہین کل علوم پر پس اس شک کو دفع کیجیے اور ایک رسالہ عروسی جناب قاسم علیہ السلام مین عام فہم تحریر فرماوین تاکہ شکوک لوگون کے دلون سے برطرف ہون فقط عریضۂ ادب میر سید علی محدث بقلم خود۔

جناب قبلہ وکعبہ مجتہد العصر جناب مولوی سید ابوالحسن صاحب مدظلہ العالی۔

بس از تسلیم خادمانہ یہ عرض ہی کہ عرصہ سے دربارۂ عروسی جناب قاسم علیہ السلام اختلاف ہی اور رسالے

بھی شائع ہوے ہین لہذا امیدوار ہون کہ آپ کی جو تحقیق ہو وہ عام فہم مدلل تحریر فرما کر شائع فرما دیجیے
زیادہ حد ادب۔ کمترین سید اصغر حسین بقلم خود
اسی طرح پر اور تحریرات ہین بخیال طول نہین لکھے گئے فقط

# الجواب

بسم اللہ و لہ الحمد وھو الملھم للصواب وبیدہ ازمۃ التحقیق فی کل باب
مخفی نہ رہے کہ علماء اختلاف کرتے ہین اس امر مین کہ دامادی قاسم بن الحسن علیہ السلام کا مجالس عزا مین
پڑھنا جائز ہی یا نہین بعض جواز کے قائل ہین بعض عدم جواز کے اور راظہر بلکہ اقوی جواز ہی مثل اور مصائب
پڑھنے کے موجب ثواب ہی اور یہی فتوی ہی ایک جماعت اکابر علماء و مجتہدین کا مثل شیخ طریح نجفی اور
جناب سید ہاشم بن سلیمان بحرینی اور جناب ملا محمد تقی برغانی ملقب بہ لقب شہید ثالث اور ملا محمد صالح
برغانی اور ملا محمد مہدی نراقی اور جناب محمد بن سلیمان تنکابنی اور جناب شیخ جعفر شوستری نجفی صاحب
خصائص اور جناب سید العلماء عرف جناب میرن صاحب اور جناب تاج العلماء سید علی محمد صاحب
و جناب میر آغا صاحب وغیرہم اعلی اللہ مقامہم کا یہ سب علماء عروسی قاسم کا پڑھنا جائز جانتے ہین
جیسا کہ تفصیل سے بیان ہوگا اور دلائل جواز کے بعد تمہید مقدمہ کے انشاء اللہ تعالی بیان ہونگے

## مقدمہ

واضح ہو کہ ہم مدعی اسکے نہین ہین کہ عقد قاسم حتما واقع ہوا اور نہ یہ کہتے ہین کہ یہ موضوع و بے اصل
ہی حتما واقع نہین ہوا بلکہ احتمال وقوع و عدم وقوع دونون کا اس مین ہی مثل دیگر روایات فضائل
و مصائب کے پس جس طرح ان روایات فضائل و مصائب کا پڑھنا جائز ہی اسی طرح عقد قاسم کا بھی
پڑھنا جائز ہی بلا فارق بلکہ جتنے علماء فریقین کے گذرے ہین سبھون کی سیرت اور عملدرآمد بلا اختلاف
اسی بات پر ہی کہ وہ لوگ روایات فضائل و مصائب و قصص و واقعات وغیرہ مین اگرچہ وہ ضعیفۃ الاسناد
بھی ہون انکے بیان کرنے مین اور اپنے کتب مین درج کرنے مین کوئی مضائقہ نہین کرتے اسی بنا پر

اکثر کتابین علماء فریقین نے فضائل و مصائب و واقعات و قصص وغیرہ مین لکھی ہین ایسی
تحقیق و تنقید اُن مین نہین کرتے جیساکہ روایات وجوب و حرمت و اعتقادات مین کرتے ہین
بلکہ اسی قدر دیکھ لیتے ہین کہ فلان واقعہ یا مصیبت یا قصہ مقطوع الکذب یعنی یقینی جھوٹ نہین ہی
احتمال صدق اس مین ضرور ہی اگرچہ بتاویل ہو ایسے راویون نے اسکو بیان کیا ہی جنکی نسبت یہ گمان نہین ہو سکتا
کہ عمداً انھون نے جھوٹا واقعہ بیان کردیا ہو بلکہ علماء مجالس موعظ و فضائل و مصائب مین جو
قصے اور واقعات اور کرامات علماء کے بیان کرتے ہین وہ سب اسی بناء پر ہین یہی کیفیت بیان
فضائل و مصائب کی ہی اگر ان مین تحقیق و تنقید مثل روایات وجوب و حرمت و اعتقادات کے
کی جائے تو تمام کتب فضائل و مصائب وغیرہ جنکو علماء نے بہزار دقت و دشواری جمع کیا ہی بیکار
و غیر معتبر ہو جاوینگے بلکہ لکھنا اُن کتابون کا عبث و بیکار ہوگا باب فضائل و مصائب و بکاء
و ابکا مسدود ہو جائیگا بلکہ جن روایات سے مانع عدم جواز پر استدلال کرتے ہین اُن مین بھی
اگر تحقیق و تنقید مثل حرمت و وجوب و اعتقادات کے کی جائے معتبر نہ رہین گے بیان فضائل و
مصائب مین بہت وسعت دی گئی ہی جناب شہید ثانی علیہ الرحمہ لکھتے ہین علی ما نقل اما الشعر
المشتمل علی المدح و الاطراء فما امکن حملہ علی ضرب من المبالغۃ فھو جائز اور بعد چند سطرون کے
فرمایا ہے وما لم یمکن حملہ علی المبالغۃ وکان کذبا محضا فھو کسائر انواع الکذب جسکا
خلاصۂ ترجمہ یہ ہی کہ جس شعر مین مدح کی گئی ہو اور حد سے زیادہ اُس مین مدح ہو پس اگر ممکن ہو اُسکا حمل
کرنا کسی قسم مبالغہ پر تو وہ جائز ہی ورنہ اگر کذب محض ہی تو ناجائز ہی اور علامۂ مجلسی علیہ الرحمہ بعد بیان
قصائد و مراثی کے لکھتے ہین وانما اوردنا قلیلا منہا رجاء ان یشرکنی اللہ تعالی مع من یبکی و
ینوح بہا فی ثوابہ ولذلک عدونا ما التزمناہ فی صدر الکتاب بذکر بعض القصص عن
التواریخ والکتب التی لم تکن فی درجۃ ما اوردنہ فی الفہرست فی الوثوق والاعتماد وتاسینا
فی ذلک بسنۃ علمائنا الماضین رضوان اللہ علیہم فانہم فی ایراد تلک القصص لہا ثلۃ
اعتمدوا علی التواریخ لقلۃ ورود خصوصیاتہا فی الاخبار انتہی جسکا خلاصۂ ترجمہ یہ ہی کہ ہم نے

قلیل مرثیے حضرت کے بیان کیے اس امید سے کہ خدا ہم کو بھی نوحہ و بکا کرنے والون کے ثواب مین
شریک کرے اور جو ابتداے کتاب مین ہم نے التزام کیا تھا اُسکے خلاف ہم نے بعض قصص اُن
تواریخ و کتب سے نقل کیے ہین جنکا وثوق و اعتماد اُس درجہ کا نہین ہی جن کتابون کو ہم نے
فہرست مین لکھا ہی اور اُس مین ہم نے پیروی کی ہی اپنے علماے ماسبق کی اُنھون نے بھی ان
قصص ہولناک کے بیان کرنے مین اعتماد کیا ہی تواریخ پر کیونکہ وہ قصہ بعینہا احادیث مین وارد
نہین ہین اور بعد نقل کرنے اس عبارت بحار کے جناب سید العلما مجالس مفجعہ مین لکھتے ہین و
کذا یوسع فی البیانات بما یصلح منہا للتاویلات التی یخرج بہا الکلام عن الکذب یعنی
بیان مصائب مین ایسی وسعت ہی کہ جو بیان تاویل کرنے سے بھی حد کذب سے خارج ہو جاوے
اسکا پڑھنا بھی جائز ہی اور تائید مین اپنے کلام کی عبارت مذکورہ شہید ثانی کو نقل کیا ہی اس کل
بیان کا نتیجہ یہی نکلتا ہی کہ بیان مصائب مین احتمال صدق کافی ہی اگرچہ بتاویل ہو زیادہ تحقیق
کی ضرورت نہین ہی بہرحال یہ طریقہ جو علما نے اختیار کیا ہی یا تو اس بنا پر ہی کہ اس طریقہ کو داخل
ضابطۂ تسامح فی ادلۃ السنن مین لیا ہی جیسا کہ بعض کا قول ہی یعنی جو چیزین واجبات و اعتقادات
مین داخل نہین ہین اُن مین زیادہ تحقیق کی ضرورت نہین ہی فقط اسی قدر دیکھ لینا چاہیے کہ
یہ موضوع اور خلاف اصول اعتقادات کے نہین ہین اُنکا روایت کرنا جائز ہی اور یا اس بنا پر
یہ طریقہ اختیار کیا ہی کہ اباحت عقلیہ وغیرہ سے اسکا جواز ثابت ہوتا ہی اور اسکے بیان مین کوئی
مانع عقلی و شرعی نہین ہی بلکہ اسکا بیان باعث ہدایت اور استحکام عقائد کے ہوتا ہی جیسا کہ
بعض دیگر کا قول ہی بہرحال جس بنا پر یہ طریقہ اختیار کیا ہی اخبار ضعیفۃ السند کا پڑھنا لکھنا
فضائل و مصائب و واقعات مین جب تک کہ علم و یقین اُسکے کذب و وضع کا نہ ہو جائز ہی
مجرد احتمال صدق سے بلاخلاف مانع بھی اسکا انکار نہین کرتے خصوصاً جبکہ ناقل کا بھی ذکر
کر دیا جائے تو بطریق اولی جائز ہوگا کسی نے اسکا انکار نہین کیا اور کتاب کافی مین حضرت
امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہی اذا حدثتم بحدیث فاسندوہ الی الذی حدثکم

فان کان صدقا فلکم وان کان کذبا فعلیہ یعنی جب تم کوئی روایت بیان کرو تو اُسکی نسبت ناقل کیطرف کردو اگر وہ روایت صحیح ہی تو اُسکا نفع وثواب تم کو ملیگا اور اگر وہ جھوٹ ہی تو اُسکا نقصان ناقل پر ہوگا نہ تم پر یہی وجہ ہی کہ ابن شہر آشوب علیہ الرحمہ وغیرہ نے خارجیون سے روایت کی ہی غالیون سے روایت کی ہی قاتلان امام حسینؑ سے روایت کی ہی بلکہ ابن شہر آشوب علیہ الرحمہ نے بعض روایات فضائل امیر المومنین کو نقل کرکے فرمایا ہی کہ اگر یہ روایت صحیح ہی تو اس سے اتنے امور ثابت ہوتے ہین اس بیان سے بھی ثابت ہی کہ نقل روایات مین کوئی تحقیق کی ضرورت نہین احتمال صدق کافی ہی کوئی یہ نہ خیال کرے کہ بنا بر بیان مذکور کے داستان وقصۂ امیر حمزہ بھی بیان کرسکتے ہین اسواسطے کہ اس قسم کے قصے یقینی جھوٹ ہین کلام اُس مین ہی جس مین احتمال صدق کا ہو بعد تمہید اس بیان کے واضح ہو کہ روایت دامادی قاسم بھی مثل اور مصائب وواقعات وقصص وغیرہ کے ہی بلا فارق ہرگز علم ویقین اُسکے کذب کا نہین ہی ناقل معتبر نے اسکو بیان کیا ہی بلکہ ایک جماعت کثیر علماء ومجتہدین نے اسکو لکھا ہی اور معتبر جانا ہی اور کتب سماویہ قدیمہ مین اس واقعہ کی جانب اشارات موجود ہین مثل اشارات شہادت سید الشہداؑ کے اور مثل بشارات نبوت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ کے جیساکہ بیان ہوگا اگر یہ واقعہ بے اصل محض ہوتا تو اسقدر علماء اسکو ہرگز نہ لکھتے نہ پڑھنے کی اجازت دیتے پس معلوم ہوا کہ مثل دیگر مصائب کے یہ بھی ہی اسکا بھی پڑھنا جائز وموجب ثواب کا ہوگا بلکہ اگر بحوالۂ کتاب پڑھے تو بلا خلاف جائز ہی پس مطلقاً منع کرنا اور بشدت اہتمام اسکے منع مین کس بنا پر ہی باوجودیکہ ترک اسکا موجب کمی عزاداری کا ہی اور جو وجوہ عدم جواز کے بیان کیے جاتے ہین اُنسے کسی طرح اسکا وضعی ہونا ثابت نہین ہوتا جیساکہ انشاءاللہ بیان ہوگا اور غایۃ الامر یہ ہی کہ اگر ثابت بھی ہوگا اُن وجوہ سے تو اسی قدر ثابت ہوگا کہ مانع کے نزدیک عدم وقوع اس واقعہ کا اظہر یا اقوی ہی پس وقوع اُسکا غیر اظہر یا غیر اقوی ہوگا اور یہ ظاہر ہی کہ غیر اظہر وغیر اقوی موضوع وکذب نہین ہوسکتا ورنہ لازم آئیگا کہ کل فقہا ومجتہدین کے احکام وفتاوی جن مین

باہم اختلاف ہی غلط ہو جاوین بیان اسکا یہ ہی مثلاً بعض فقہاء کے نزدیک طریقۂ تطہیر مین
تین دفعہ غوطہ دینا اظہر و اقوی ہی اور بعض دیگر کے نزدیک دو دفعہ غوطہ دینا اظہر و اقوی
ہی پس جب غیر اظہر و یا غیر اقوی غلط ہوا تو جو فقہا تین غوطہ کے قائل ہین اُنکے نزدیک
اُن فقہا کا قول جو دو غوطہ کے قائل ہین کذب و غلط ہو جاویگا اور جو فقہا دو غوطہ کے
قائل ہین اُنکے نزدیک قول تین غوطون کا کذب و غلط ہوگا اس صورت مین کل فقہا کے
اقوال کذب و غلط ہو جاوینگے اور بطلان اسکا واضح ہی اختلاف راے مجتہدین سے یہ
لازم نہین کہ مجتہد ثانی کا قول جو مخالف اول کے ہی کذب و غلط ہو جاوے بلکہ احتمال صدق
دونون کے فتاوی مین ضرور ہی یہی حالت بعینہ دامادی قاسم کی ہی اگر مانع کے نزدیک
عدم وقوع اظہر و اقوی ہی تو مثبت کے نزدیک وقوع اظہر و اقوی ہی اس سے یہ لازم نہین کہ
وقوع یا عدم وقوع کذب و موضوع ہو جاوے بلکہ احتمال صدق دونون مین ضرور ہی اور
اسی قدر کافی ہی پڑھنے کے واسطے جیسا کہ گذرا بعد تمہید اس مقدمہ کے اب سنیے اُن دلائل
کو جن سے بخوبی ثابت ہوتا ہی کہ روایت دامادی قاسم موضوع و بے اصل نہین ہی اور جواب
اُن شبہات کے جو اس روایت کے موضوع و بے اصل ہونے پر قائم کیے جاتے ہین۔

**دلیل اول** یہ واقعہ مضمون تاریخی ہی اور کل علماء کے نزدیک مضمون تاریخی مورخ معتمد
کے بیان سے ثابت ہوتا ہی اگرچہ وہ خلاف مذہب ہو خصوصاً جبکہ وہ عالم معتبر بھی ہو اور ملا حسین
کاشفی واعظ صاحب تفسیر حسینی کو جناب سید العلما جناب میرن صاحب قبلہ مرحوم مجالس مفجعہ
مین اہل تواریخ سے شمار کرتے ہین اور اُنکے بیان کو معتبر جانا ہی اور انکار اُس سے خلاف
قاعدہ جانا ہی اسی بنا پر عروسی قاسم کو لکھا ہی اور اجازت پڑھنے کی دی اور عبقات الانوار مین
تفسیر حسینی کی نسبت لکھا ہی کہ تفسیر حسینی از تفاسیر مشہورہ و اسفار معروفۂ معتبرہ است اور
تفسیر احمدی ملاجیون سے نقل کیا ہی و تفسیر الشیخ الکبیر العلی الحسین الواعظ
الکاشفی یعنی تفسیر شیخ بزرگ عالی مرتبت حسین واعظ کاشفی کی اور کشف الظنون و سبیل النجاح

سے بھی اُسکی مدح نقل کی ہی اگرچہ یہ توثیق کاشفی کی اُنکے اہل مذہب نے کی ہی اور عبقات مین
الزاماللخصم لکھا گیا ہی مگر اس بیان سے اتنا ضرور ثابت ہوتا ہی کہ کاشفی جھوٹھے نہ تھے اگر وہ کوئی
روایت فضائل و مصائب کی بیان کرین تو ہم کو اُسکے قبول کرنے مین کوئی عذر نہ ہو گا بلکہ
خلاف مذہب کا فضائل و مصائب کو بیان کرنا زیادہ قابل وثوق ہی اور مانع بھی معترف اسکے
ہین ہرگز ہم یہ نہین کہہ سکتے کہ یہ روایت اُنھون نے جھوٹھی نقل کر دی ہی اور کیونکر کوئی عاقل
گمان کر سکتا ہی اُس شخص کی نسبت جو اپنے مذہب کا ایک بڑا عالم ہو صاحب تصنیفات ہو اور
تمام عمر ہدایت خلق مین اسبر کرے یہانتک کہ لقب اُسکا واعظ مشہور ہو جاوے اور وہ ایک جھوٹی
روایت جسکو کوئی تعلق مذہب سے نہ ہو اور مضمون تاریخی ہو اور اُسکے بیان سے کسی طرح کا
نفع بھی نہ ہو بلکہ اُسکے مذہب کے علما اس قسم کے واقعات بیان کرنے کی ممانعت بھی کرتے ہون
باوجود ان سب باتون کے وہ دیدہ و دانستہ بدون غور و فکر کے بے اصل چیز جسکا کوئی ماخذ معتبر
نہ ہو اور اُسکا نقل کرنا کسی قاعدہ سے جائز نہ ہو وہ اپنی کتاب مین بلا اظہار کذب بیان کر دے
اسکو تو کوئی شخص کسی مذہب کا ہو روا نہین رکھیگا چہ جائیکہ جو عالم و واقف کار پیشوا اپنے
مذہب کا ہو پس معلوم ہوا کہ کاشفی معتبر ہین اور روضۃ الشہدا بھی معتبر کتاب ہی اور کبھی کسی نے
علماے اعلام سے کاشفی کو جھوٹا نہین لکھا ہی یہی وجہ ہی کہ جناب شیخ محمد واعظ یزدی جنکو سرکار
حضرت صاحب العصر عجل اللہ فرجہ سے لقب صدر الواعظین کا عطا ہوا ہی اور جناب آقا مرزا
محمد باقر طباطبائی جو مجتہد و مرجع ہین کربلاے معلی مین اور صاحب ریاست ہین وہ شیخ واعظ
مذکور کو شیخ الواعظین اور عمدۃ المتکلمین لکھتے ہین اُنھون نے تین رسالہ ثبوت عروسی قاسم مین
لکھے ہین ایک شواہد العرس دوسرا نزہۃ البستان جواب مین رسالۂ نزہۃ المشتاق کے تیسرا
تبیان المبین جواب مین رسالۂ البیان المبرہن کے وہ اپنے رسالۂ شواہد العرس مین لکھتے ہین
کہ روضۃ الشہدا پہلی کتاب ہی کتابہاے مقاتل و مصائب سے جو فارسی مین لکھی گئی یہ ایسی
کتاب ہی کہ اسکو علماء منبر پر لیجا کر اسی مین دیکھکر پڑھا کرتے تھے اور وہ زمانہ ایسا نہ تھا جیسا کہ

اب ہی ہر بے سواد و کم علم منبر پر جا کے جو چاہتا ہی وہ پڑھتا ہی بلکہ اُس زمانہ مین بڑی احتیاط
سے مصائب پڑھے جاتے تھے اہل علم جو محتاطین سے تھے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر
کیا کرتے تھے اور کذب وافترا و شبہات سے اجتناب کرتے تھے وہ اس کتاب کو منبر پر لیجا کر
مساجد مین مجالس مین جہان علماء و فقہاء و اماما ن جماعت سب موجود ہوتے تھے اس کتاب سے
پڑھتے تھے منجملہ بیانات کے عروسی قاسم کو بھی بیان کرتے تھے اور کوئی منع نہ کرتا تھا انتہی
پس معلوم ہوا کہ روضۃ الشہدا معتبر کتاب ہی مصنف بھی اسکا معتبر ہی اس کتاب مین بھی عروسی
قاسم کو لکھا ہی پس بنا بر مقدمۂ مذکورہ کے ناقل معتبر کا بیان کافی ہی ہمارے پڑھنے کے واسطے
مثل اور مصائب کے خواہ وہ ناقل معتبر روایت کو بلفظ دوی یا نقل یا حکی کہکے بیان کرے
خواہ اور کسی طریقہ سے کیونکہ الفاظ مذکورہ سے یہ ہرگز ثابت نہین ہوتا کہ یہ روایت بے اصل
و موضوع ہی و الا ناقل معتبر اُسکو ہرگز ان الفاظ سے نقل نہ کرتا اکثر روایات بحار وغیرہ مقاتل
معتبرہ مین انھین الفاظ سے منقول ہین اور وہ پڑھی جاتی ہین ناقل کے اعتبار کی وجہ سے
اُس مین کوئی ضرورت ماخذ کے دریافت کرنے کی نہین ہی اسی طرح روایت دامادی قاسم ہی
ناقل معتبر نے اسکو بیان کیا ہی بنا بر قاعدۂ مذکورہ کے مثل اور مصائب کے اسکو بھی پڑھنے مین
بلا دریافت ماخذ کے نہین کیا قباحت عقلی و نقلی ہی جو اسقدر شدت سے اہتمام اُسکے منع مین کیا جاتا ہی جو باعث
کمی عزاداری ہی **دفع شبہات شبہہ اول** سوائے روضۃ الشہدا کے کسی مورخ نے
اس واقعہ کو نہین لکھا پس یہ موضوع و کذب ہی **جواب** یہ شبہہ کئی وجہون سے باطل ہی
**وجہ اول** یہ دعوی کرنا کہ کسی مورخ نے نہین لکھا خلاف عقل ہی ایک عالم کی کل تصنیفات
سے انسان مطلع نہین ہوتا دیکھنا اُسکی فرع ہی پھر کل کتب تواریخ و سیر پر کیونکر عبور ہو سکتا ہی
عادۃً محال ہی بلکہ جمع ہونا کل کتب کا کسی کتب خانہ مین عادت ممکن نہین اسقدر کتابین
اطراف واکناف عالم مین موجود ہین جنکا احصاء نہین ہو سکتا دیکھنا کجا صاحب اسمعیل بن
عباد حکایت کرتے ہین جیسا کہ مدینۃ المعاجز مین ہی کہ کتب خانہ مین جناب سید مرتضی علم الہدی

کے اسقدر کتابین تھین کہ سات سو اونٹون کی ضرورت ہوتی تھی اُنکی بار برداری کے لیے
بلکہ قاضی عبد الرحمن شیبانی سے نقل کیا ہی کہ تمام کتب خانون سے علم الہدی کا کتب خانہ
بڑھا ہوا تھا ایک لاکھ چالیس ہزار جلدین اُس مین تھین اب فرمائیے کہ کہان ہین وہ کتابین اور
کہان ہین اُنکے جاننے والے اس حال مین کیونکر کوئی کہہ سکتا ہی کہ فلان مورخ نے جو واقعہ
لکھا ہی وہ کسی کتاب مین نہین ہی جبکہ وہ مورخ معتبر بھی عالم و واعظ بھی ہو یہ بھی جانتا ہو کہ
کذب و افترا کا بیان کرنا خلاف عقل و نقل کے ہی ایسے حال مین کبھی کوئی عاقل نہ کہیگا کہ اس
مورخ کا بیان چونکہ ہم نے کسی تاریخ مین نہین دیکھا لہذا یہ موضوع و کذب ہی بلکہ خلاف اسکے
کہیگا کہ ضرور اس مورخ نے کسی کتاب معتبر مین دیکھ کر لکھا ہی کوئی وجہ نہین ہی کہ اتنا بڑا شخص
بلا وجہ جھوٹ بولے یہی وجہ ہی کہ جناب سید العلما جناب میرن صاحب قبلہ مرحوم نے مجالس مفجعہ
مین اور جناب تاج العلما مولانا سید علی محمد صاحب قبلہ مرحوم و مغفور نے اپنے رسالہ قاسمیہ مین
روضۃ الشہدا کو تاریخ معتمد و معتبر مین شمار کیا ہی اور اجازت قصۂ مذکورہ کے پڑھنے کی دی ہی
اور یہ گمان کرنا کہ صاحب روضۃ الشہدا نے ہر رطب و یابس کو اگرچہ وہ بے اصل بھی ہو ماخذ
غیر معتبر سے نقل کر دیا ہی مجرد دعوی ہی قابل قبول ارباب عقول نہین اسواسطے کہ شخص معتبر و معتمد
کبھی بے اصل خبر کو بلا اظہار بے اصلی اس عنوان سے ہرگز بیان نہ کریگا جس سے معلوم ہو کہ اس
خبر کی اصلیت ہی غلط نہین ہی یہ فریب ظاہر ہی اسکو کوئی عاقل پسند نہین کرتا اور اس قسم کے
احتمالات عقلیہ تو ہر ناقل معتمد کے کلام مین ہو سکتے ہین کسی کا کلام قابل اعتبار نہ رہیگا اور پھر بھی
یہ کیونکر معلوم ہوا کہ اُنکا ماخذ غیر معتبر تھا بقول معترض کیا کوئی پروانہ دستیاب ہوا ہی یا کشف و
کرامات سے معلوم ہوا ہی کہ روضۃ الشہدا کا ماخذ غیر معتبر ہی اور اگر یہ کہا جائے کہ وہ بری عن الخطا
نہ تھے اُن سے غلطی ہو گئی تو یہ احتمال کل ارباب مقاتل معتبرہ کی نسبت ہو سکتا ہی کوئی بری
عن الخطا نہ تھا اگر گمان مذکور کی یہ وجہ ہی کہ ماخذ نہین معلوم اور معارضات اس روایت کے

موجود ہین تو یہ کئی وجہون سے قابل سماعت نہین ہی اولا یہ کہ ماخذ کی تحقیق کی ہم کو ضرورت نہین ناقل معتبر کا بیان ماخن فیہ مین کافی ہو اور اسی پر عملدرآمد ہی جب کسی مقتل معتبر مین روایت ہوتی ہی اُسکے پڑھنے مین کوئی تامل نہین کرتا ہو ماخذ کا کوئی خیال بھی نہین کرتا تحقیق تو امر دیگر ہی جب کوئی مورخ انگریزی یہودی چینی ہندی وغیرہ اپنی کتاب مین کوئی واقعہ لکھتا ہی تو اُس واقعہ کے ثبوت مین اُس مورخ کا بیان پیش کرتے ہین کوئی ماخذ کو پوچھتا بھی نہین ہی خصوصًا جبکہ وہ مورخ عالم واقف کار بھی ہو اگر یہی ہٹ ہو کہ بغیر ماخذ کے ہم نہین مانتے تو ماخذ بھی انشاء اللہ ہم بتا دینگے ثانیا یہ کہ کوئی معارض اس روایت کا ایسا نہین ہی جس سے بے اصل و موضوع ہونا اسکا ثابت ہو اور جن بیانات کو معارض قرار دیتے ہین وہ معارض نہین ہین جیساکہ بیان ہوگا اور بر تقدیر تسلیم معارض کا وجود مستلزم کذب و وضع کے نہین ہی بلکہ جناب سید العلما مجالس مفجعہ مین لکھتے ہین کہ روایات متخالفہ مین سے جسکو پڑھنے والا زیادہ مؤثر بکا و ابکا جانے اُسکو پڑھے اس بیان سے بھی ظاہر ہی کہ وجود معارض مستلزم کذب کے نہین ہی ورنہ اکثر روایات جو بحار و مناقب ابن شہر آشوب وغیرہ مقاتل معتبرہ مین ہین موضوع و بے اصل ہو جاوینگی مثل روایت غرق ہونا حضرت شہربانو کا فرات مین اسکا معارض قوی موجود ہی کہ اُنھون نے حالت نفاس مین انتقال کیا یا روایت فاطمہ صغری کا مدینہ مین ہونا معارض قوی اسکا ہی کہ فاطمۂ صغری کربلا مین تھین یا روایت امام حسینؑ کا ام کلثوم سے کہنا کہ پکڑ لو زین العابدین کو ایسا نہو کہ زمین نسل آل محمد سے خالی ہو جاوے حالانکہ اگر امام زین العابدین قتل ہو جاتے تو زمین نسل آل محمد سے خالی نہ ہوتی امام محمد باقرؑ موجود تھے اور سن اُنکا تقریبًا پانچ سال کا تھا وہ امام رہتے جیساکہ حضرت صاحب العصر چھ برس کے سن مین امام تھے اور عیسی و یحیی بچپن مین نبی ہوے اس سے لازم آتا ہی کہ معاذ اللہ حضرت امام حسینؑ نے خلاف واقع بیان کیا پس جب ایسی روایتین باوجود معارضات قویہ کے بے اصل و موضوع نہ ہون اور پڑھی جاوین اور جن مقاتل مین یہ روایات ہین وہ مقاتل اور اُنکے مؤلف دونون معتبر و معتمد رہین اور روایت دامادی قاسم

بوجہ معارض کے وہ بھی قوی نہین موضوع و بے اصل قابل پڑھنے کے نہین ہی اور کتاب و مؤلف
کتاب دونون اعتبار و اعتماد سے خارج کردیے جاوین یہ کونسی عقل و دیانت و انصاف ہی
فاعتبروا یا اولی الابصار اور اگر یہ کہا جائے کہ مضمون غیر معتبر ہونے سے کل کتاب غیر معتبر
نہین ہوتی بلکہ وہی مضمون غیر معتبر ہوگا پس اُسکے جواب مین ہم یہ کہین گے کہ اگر وہ مضمون ایسا
غیر معتبر ہی کہ قابل نقل کے نہین تو ناقل غیر معتبر ہوا جاتا ہی کہ موضوع و کذب کو نقل کردیا اور اگر
ایسا غیر معتبر ہی کہ قابل نقل ہی موضوع و کذب نہین ہی تو مطلب ہمارا ثابت **دوسری وجہ**
بطلان شبہۂ مذکورہ کی یہ ہی کہ عدم الوجدان لایدل علی عدم الوجود یعنی اگر کسی واقعہ یا روایت
کو ہم نے کسی کتاب مین نہین دیکھا تو اس سے یہ لازم نہین کہ وہ واقعہ بے اصل محض ہو بسا ایسا
ہوا ہی اور ہوتا ہی کہ بعض واقعات یا روایات سے انکار کیا جاتا ہی اور بعد تتبع تام کے پھر وہ
واقعہ نکل آتا ہی ایسا ہی دامادی قاسم ہی جیسا کہ آئندہ بیان ہوگا **تیسری وجہ** کسی مورخ
معتمد کا کسی واقعہ کے بیان مین متفرد ہونا مستلزم اُس واقعہ کے کذب کو نہین ہی مثلاً مورخ اول
نے کسی واقعہ کو بلفظ دوی یا نقل کہہ کے نقل کیا اب وہ متفرد ہوا اُسکی نقل مین اور مابعد کے
مورخین نے بھی اُسی واقعہ کو اُنھین الفاظ سے نقل کیا اب اس واقعہ کو کوئی موضوع نہین کہسکتا
اور صاحب ناسخ التواریخ جنکو مانع بڑا معتبر و معتمد جانتے ہین اور اُنکے کلام کو جابجا سند مین
پیش کرتے ہین اُنھون نے بھی ایسے واقعہ کو لکھا ہی جسکے بیان مین ایک ہی شخص متفرد ہی جلد
ششم صفحہ ۲۸۸ مین لکھتے ہین کہ شہادت عون بن علی کو کتب مقاتل مین کسی نے نہین لکھا بحار و عوالم
و اعلام الوری و منتخب و مناقب و خوارزمی و اعثم کوفی و لهوف و مقتل ابو مخنف و ابن جوزی و
مروج الذهب و طبری و فصول المهمه و شرح شافیه و زبدة الفکر و کتاب جلای عبد اللہ بن محمد رضا
حسینی وغیرہ کتب عربیہ و فارسیہ سے جنکا ذکر موجب طول ہی کسی نے نہین لکھا لیکن چونکہ روضۃ الاحباب
مین لکھا ہی اور مؤلف اُسکا اجلۂ علماے اہل سنت سے ہی اور بحر اللئالی مین بھی اُسکی روایت پر
عمل کیا ہی لہذا مین نے بھی روضۃ الاحباب پر اعتماد کیا انتہی محصلہ اسی طرح ملا حسین کاشفی بھی

احلۂ علماے اہل سنت سے ہین اور ہمارے بعض علمانے اُنکو مؤثق جانکر اُنکی روایت پر
عمل کیا ہی اس حال مین اُنکی روایت کو موضوع وجھوٹ لکھنا کیا معنی رکھتا ہی چوتھی وجہ
حدیث متفق علیہ بین الفریقین ہی من سن سنۃ سیئۃ فعلیہ وزرھا ووزر من عمل
علیہا الی یوم القیامۃ یعنی جو شخص کہ طریقۂ بد جاری کرے تو اُسکا وبال اُس جاری کرنیوالے
پر ہوگا اور جتنے لوگ اُس طریقہ پر قیامت تک عمل کرینگے اُن سب کا وبال بھی اُسی جاری
کرنے والے پر ہوگا پس صاحب روضۃ الشہدا عالم واعظ تھے ہدایت خلق کیا کرتے تھے
واقف کار تھے وہ روایت بے اصل محض کو بلا تعرض اُسکے کذب کے اپنی کتاب مین لکھدیتے
کہ تمام مخلوقات قیامت تک اُسکو مجالس مین پڑھا کرین اور اُن سب کا وبال وگناہ اپنی گردن
پر لیتے کوئی جاہل بھی تو ایسا نہ کریگا چہ جائیکہ عالم پانچوین وجہ دامادی قاسم کو ایک گروہ
علما و مجتہدین کاملین مقدسین نے لکھا ہی اور پڑھنے کو جائز جانتے ہین بلکہ بعض مجتہدین پڑھتے
بھی تھے جیسا کہ بیان ہوگا پس اگر شبہۂ مذکورہ صحیح ہی تو اتنے علما و مجتہدین مرتکب فعل حرام
کے ہوے کسی کو تنبہ نہ ہوا استغفر اللہ اور توہم غفلت وسہو کا ایک گروہ کی نسبت نہین ہو سکتا
حالانکہ متعدد علمانے باستدلال اس واقعہ کو لکھا ہی باوجود استدلال کرنے کے پھر غفلت یہ
عجیب غفلت ہی اور بفرض محال اگر غفلت بھی تسلیم کر لی جاوے تو ایک سے غفلت ہوگی نہ کہ
ایک گروہ سے چھٹی وجہ خدانے فی زماننا ہم کو تکلیف امر واقعی ونفس الامری کے بجالانے
کی نہین دی ہی ورنہ تکلیف مالا یطاق لازم آئیگی بدلیل عقلی ونقلی دونون کی راہ سے ہمین
تکلیف اُسی قدر ہی کہ جو دلیل سے ہم کو ثابت ہو اُسی پر ہم کو عمل لازم ہی کوئی نفس الامر سے
ہم کو بحث نہین ہی اسی پر مدار کل عقلا کا ہی دیکھیے حکام وقت کے فیصلون کو یا فقہا و مجتہدین
کے احکام وفتاوی کو جو دلیل سے ثابت ہوتا ہی اُسی پر فیصلہ کیا جاتا ہی اور اُسی کا فتوی
دیا جاتا ہی اور واقعۂ دامادی قاسم مضمون تاریخی ہی اور مضمون تاریخی کے ثبوت کی دلیل
کل علما کے نزدیک بیان مورخ معتمد کا ہی اور صاحب روضۃ الشہدا کا اعتماد ثابت ہو چکا

جواب کلام جناب تاج العلما کا جواب

اور علاوہ صاحب روضۃ الشہدا کے علامہ طریح نجفی بھی اسکے ناقل ہین اُنکے اعتبار مین تو کوئی شبہہ بھی نہین کر سکتا اور یہ کہنا کہ اُنھون نے بھی روضۃ الشہدا سے نقل کیا ہو مسلم نہین جیسا کہ بیان ہوگا پس جب دلیل سے وہ ثابت ہوتا ہو تو شبہہ مذکورہ عبث ہو یہی وجہ ہو کہ جناب تاج العلما رسالہ قاسمیہ مین فرماتے ہین کہ اور ظاہر ہو کہ اعتماد علما کا مضامین تواریخ و سیر پر مقتضی اعتماد کو اس سانحہ پر بھی ہو اسلیے کہ یہ بھی بعض تواریخ معتمدہ مین مذکور ہو انتہی اور یہ کہنا کہ کتب تواریخ کے اُسی مضمون پر اعتماد ہو سکتا ہو جبکہ اُسکا بے اصل و موضوع ہونا کسی دلیل خارجی یا امارت خارجیہ سے مقطوع یا مظنون الکذب نہ ہو اور یہ قصہ جمہور علماے اعلام کی تصریحات کے مخالف ہو لہذا یہ مقطوع الکذب ہو جواب یہ محض دعوی بلا دلیل ہو کون سی دلیل خارجی یا امارت خارجیہ ہو جس سے اس واقعہ کا مقطوع الکذب ہونا ثابت ہوتا ہو اگر مراد دلیل خارجی سے تصریحات علما و مجتہدین اسکے خلاف پر ہو تو کسی عالم نے اسکے موضوع ہونے کی تصریح نہین کی بلکہ ایک جماعت علما اسکو معتبر جانتی ہو اور پڑھنے کی اجازت دیتی ہو بلکہ بعض مجتہدین خود بھی پڑھتے تھے جیسا کہ بیان ہوگا البتہ صاحب بحار نے اس روایت کو بحار مین نہین لکھا اُنکے نہ لکھنے سے یہ واقعہ موضوع نہین ہو سکتا جیسا کہ اور روایات جو بحار مین نہین ہین اور دیگر مقاتل مین ہین اُنکو کوئی موضوع نہین کہہ سکتا اور جلاء العیون مین اسی قدر لکھا ہو کہ یہ واقعہ کتب معتبرہ مین میری نظر سے نہین گزرا اس سے بھی اسکا موضوع ہونا ثابت نہین ہوتا بلکہ یہ ظاہر ہوتا ہو کہ کتب غیر معتبرہ مین دیکھا ہو ممکن ہو کہ جو کتب صاحب بحار کی نظر مین غیر معتبر ہون وہ اور مجتہدین کی نظر مین معتبر ہون راے مجتہدین مین اختلاف ہوا کرتا ہو بلکہ صاحب بحار کے بیان سے یہ پایا جاتا ہو کہ وہ اس واقعہ کے بارہ مین متوقف ہین اور توقف مجتہد کا کسی مسئلہ مین مستلزم اُسکے وضع کے نہین ہو اور اگر مراد دلیل خارجی سے قدماے مورخین کا نہ لکھنا ہو تو جواب اسکا گزرا باعث اسکا قصور نظر ہو اور اگر فرض کیا جاے

که قدما نے نہین لکھا یہ بھی تو کسی نے قدما سے نہین لکھا کہ یہ واقعہ موضوع ہی اور یہ کہنا کہ
یہ واقعہ قدما کے زمانہ مین حادث نہ ہوا تھا مجرد دعوی بلا دلیل ہی مخالف ہی بعض علماء کی
تصریحات کے جیسا کہ آئندہ بیان ہو گا اور اگر فرض بھی کیا جائے کہ قدما کو اسکا علم نہ تھا تو
انکے علم نہ ہونے سے یہ موضوع نہین ہو سکتا جیسا کہ خبر شہادت امام حسین علیہ السلام
کا بعض اسفار توریت مین ہونا اور کتاب ارمیا کے ۴۶ باب مین ہونا اور کتاب لقمان مین
ہونا اور کتاب شیث مین اشارات واقعۂ کربلا کا ہونا یا علی اصغر کی شہادت کی خبر توریت
مین ہونا یا چوہتر بشارات نبوت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ کا کتب قدیمہ مین ہونا قدما
سے کسی نے نہین لکھا اور متاخرین نے اپنی کد وکوشش سے پیدا کیا ہی جب یہ امور موضوع
وکذب نہین ہو سکتے تو عروسی قاسم قدماء کے نہ لکھنے سے کیونکر موضوع ہو سکتی ہی کم
ترک الاول للاخر مسلمات سے ہی اکثر چیزین ایسی ہین کہ قدما کو نہین معلوم تھین متاخرین
کو معلوم ہو گئین اور بھی علامۂ مجلسی کو تو عروسی قاسم کا علم تھا باوجودیکہ انکو کمال تبحر اور
تتبع تھا انھون نے بھی اسکو موضوع وکذب نہین کہا اور اگر مراد دلیل خارجی وغیرہ سے
نہ معلوم ہونا ماخذ کا ہی تو اسکا جواب گزرا اور اگر مراد یہ ہی کہ امام حسینؑ کی دوسری صاحبزادی
فاطمہ نہ تھین پھر کیونکر عقد ثابت ہو سکتا ہی تو اسکا جواب شبہۂ آئندہ مین تفصیل سے
بیان ہو گا اور اگر مراد دلیل خارجی وامارت خارجیہ سے یہ ہی کہ روایت دامادی قاسم
کی معارض اور روایات معتبرہ ہین تو بیان فرمانا چاہیے کہ کون سی روایت اسکی معارض
ہی تاکہ اُس مین نظر کی جائے اور بر تقدیر تسلیم معارض او پر بیان ہوا کہ ما نحن فیہ مین
روایت کی معارض موجود ہونے سے نہ روایت غیر معتبر وموضوع ہوتی ہی نہ کتاب اور
نہ مؤلف کتاب والا بحار وغیرہ اکثر مقاتل کی روایات غیر معتبر ہو جاوینگی ہان البتہ اگر روایت
کا کوئی معارض ایسا ہو جو بدلائل قطعیہ ثابت ہو مثل اصول اعتقادات وغیرہ کے یا روایت
موجب کسی مفسدہ کی اعتقادات وغیرہ مین ہو تو وہ روایت غیر معتبر ہو سکتی ہی مگر موضوع

اُسکو بھی نہین کہہ سکتے اگر ممکن التاویل ہو اور روایت دامادی قاسم ایسی نہین ہی پھر کیونکر یہ غیر معتبر و موضوع و جھوٹی ہو گئی پس ثابت ہوا کہ روایت مذکورہ بھی معتبر اور روضۃ الشہدا بھی معتمد کتاب ہی وھو المطلوب **ساتوین وجہ** بطلان شبہۂ مذکورہ کی یہ ہی کہ شمر و عمر سعد وغیرہ قاتلان امام حسین کی روایت تو قابل اعتبار ہو موضوع نہ ہو اور ملا حسین کاشفی مداح اہل بیت کی روایت موضوع جھوٹ قابل اعتبار نہ ہو ع ببین تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا **آٹھوین وجہ** بطلان شبہۂ مذکورہ کی اگر وجوہ سابقہ کو کوئی نہ مانے اور یہی ہٹ کرے کہ جب تک عروسی قاسم کا ماخذ نہ معلوم ہوگا کیسی ہی دلائل پیش کیجیے مگر ہم ایک بھی نہ مانین گے اگرچہ یہ ہٹ ارباب فہم کے نزدیک بیجا ہی وہ تو بموجب آیۂ شریفہ لیھلک من ھلک عن بینۃ ویحیی من حی عن بینۃ پابند دلیل کے ہوتے ہین ماخذ ہو یا غیر ماخذ مگر لیجیے ہم ماخذ بھی بتائے دیتے ہین اب تو وجوہ سابقہ کو بھی چار و ناچار ضرور تسلیم کرنا پڑیگا یہ بھی منفردات سے اس رسالہ کے ہی خود روضۃ الشہدا مین ماخذ لکھ دیا ہی بلکہ خود حضرت قاسم کے بیان سے عقد کو بیان کیا ہی اب مین اصل عبارت روضۃ الشہدا کی نقل کرتا ہون ناظرین ملاحظہ فرماوین اسی واقعہ کے بیان مین وہ لکھتے ہین و قاسم روی بمعرکہ آورد و آغاز رجزی کرد و ترجمۂ بعضے از ابیات بجز او در ترجمۂ ابو المفاخر بدین عنوان نسبت کے

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| الخ | جان شکر ریز شاہ خواہم کرد<br>عزم ترتیب راہ خواہم کرد | | دل خریدار جاہ خواہم کرد<br>با اساس و لباس دامادی | |

اس سے صاف ظاہر ہی کہ ترجمۂ ابو المفاخر مین جو رجز حضرت قاسم کو لکھا ہی اُس مین خود قاسم بیان فرماتے ہین کہ لباس دامادی کے ساتھ مین عزم راہ شہادت کرونگا پس معلوم ہوا کہ عروسی قاسم کے بیان مین فقط روضۃ الشہدا منفرد نہین ہی بلکہ ابو المفاخر نے بھی اسکو لکھا ہی اور بھی خاص حضرت قاسم ہی کے رجز ابو المفاخر سے نہین لکھے ہیے بلکہ بریر کے رجز حبیب بن مظاہر کے رجز حریر غلام ابو ذر غفاری کے رجز یہ سب ابو المفاخر سے

ماخذ عروسی قاسم

نقل کیا ہی بلکہ مضمون اُن خطوط کا جو اہل کوفہ نے امام حسین علیہ السلام کو لکھی تھی ابوالمفاخر
سے نقل کیا ہو باین عبارت و ابو المفاخر خوارزمی در مقتلی کہ نوشتہ بیتی چند از منظومات
خود از قبل اہل کوفہ آوردہ الخ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہی کہ ابو المفاخر خوارزمی کا مقتل
کتب قدیمۂ تواریخ سے ایسا معتبر ہو جس سے کاشفی سا عالم معتبر واقعات کو اُس سے
روضۃ الشہداء مین نقل کرتا ہی اور اگر یہ کہا جائے کہ ابو المفاخر بھی ایک شخص مجہول ہی
قابل اعتبار نہین تو ہم یہ کہین گے کہ کتاب ارشاد شیخ مفید و مناقب ابن شہر آشوب وغیرہ
مقاتل ہین جن راویون کے نام لکھے ہین مثل کلبی و مداینی و ہلال بن معاویہ وغیرہ کے یہ
بھی تو آپ کے نزدیک مجہول ہین اُنکے حالات سے بھی آپ واقف نہین ہین تو اُنکے
روایات کو بھی معتبر نہ جانیے اس حال مین تو کوئی کتاب فضائل و مصائب کے معتبر نہین
رہتی اگر یہ کہیے گا کہ ناقل معتبر نے چونکہ اُن راویون سے نقل کیا ہی لہٰذا ہم اُن روایات
کو معتبر جانتے ہین یہی اس مقام پر ہم بھی کہین گے چونکہ ناقل معتبر نے ابو المفاخر سے
نقل کیا ہی لہٰذا وہ معتبر ہی اور اگر صاحب روضۃ الشہدا کو آپ معتبر نہ جانین حالانکہ کسی عالم
نے اُنکو غیر معتبر نہین لکھا ہی تو طریح نجفی تو معتبر ہین اُنھون نے بھی عروسی کو ابو المفاخر ہی سے
نقل کیا ہو بلفظ روی یا نقل کہہ کے اُنھون نے بھی نقل کیا ہی اور اگر یہ کہیے گا کہ سوائے
ابو المفاخر کے کسی مورخ نے نہین لکھا تو ہم یہ کہین گے کہ شہادت عون بن علی کی کسی مورخ نے
نہین لکھی بجز روضۃ الاحباب کے اور صاحب ناسخ التواریخ جسکو آپ بڑا معتمد سمجھتے ہین
اور اُنکے کلام کو سند مین جابجا پیش کرتے ہین روضۃ الاحباب سے شہادت عون کو نقل کیا
پس جس طرح شہادت عون کو نقل کیا اُسی طرح عروسی قاسم کو ہم ابو المفاخر سے نقل کرتے ہین
جیسا کہ بیان ہوا اب صاحبان انصاف و تارکان جدل و اعتساف بنظر انصاف ملاحظہ فرماوین
کہ اس حال مین عروسی قاسم کو کیونکر بے اصل محض موضوع یقینی جھوٹ کہہ سکتے ہین اور
مصائب جو پڑھے جاتے ہین اُنکا ثبوت کیا اس سے زیادہ ہی پھر کیا وجہ ہی کہ اُن مین تو

اسی قدر ثبوت کافی ہو پڑھنے کے واسطے اور موضوع و جھوٹ نہ قرار دیے جاوین اور عروسی قاسم کو یقینی جھوٹ کہا جاوے اور ہمارے علمائے کرام کے ایک گروہ کو جنھون نے اس واقعہ کو نقل کیا ہو اُنکا کلام غیر معتبر جانا جائے اور کہا جائے کہ ان سب نے روضۃ الشہدا سے نقل کیا ہی اور وہ غیر معتبر ہو اُسکا کوئی ماخذ نہین یہ کون انصاف اور کون سی دیانت ہی فاعتبروا یا اولی الابصار یہانتک تھا بیان ایک شبہہ کا اب **دوسرا شبہہ** سنیے روضۃ الشہدا مین واقعات و مضامین ایسے لکھے ہین جو باہم مخالف ہین بلکہ بعض مضامین غلط لکھے ہین پس وہ پوری کتاب معتبر نہ ہوگی **جواب** تفصیل سے سابق مین بیان ہوا کہ واقعات متخالفہ کے ذکر کرنے سے نہ وہ واقعات ایسے غیر معتبر ہونگے کہ موضوع و جھوٹ ہو جاوین اور نہ کتاب اور نہ مؤلف کتاب غیر معتبر ہوگا اور یہ کہنا کہ بعض مضامین اُسمین غلط ہین بغیر ثبوت کے مجرد دعوی قابل قبول نہین اور بھی بعض مضامین کے غلط ہونے سے وہ مضمون جسکو ایک گروہ علما کا مانتا ہو غلط نہین ہوسکتا **تیسرا شبہہ** روایت دامادی قاسم کو علامہ مجلسی نے نہین لکھا لہذا وہ جھوٹ ہی اسکا جواب بھی تفصیل سے گذر چکا اُنکے نہ لکھنے سے جھوٹ نہین ہوسکتا ورنہ اُنکے بعد جو کاملین گذرے ہین وہ بھی نہین لکھتے اور نہ پڑھنے کی اجازت دیتے حالانکہ بیان ہوا اور آئندہ بھی آویگا کہ ایک جماعت کاملین علما اس کے پڑھنے کو جائز جانتے ہین اور خود بھی پڑھا ہی **چوتھا شبہہ** یہ واقعہ دامادی قاسم کا عقلا مستبعد ہی وہ وقت شادی کا نہ تھا **جواب** اولا تو اسکا مستبعد ہونا مسلم نہین کوئی شادی عرفی نہ تھی جس مین ہنپڈیان مانجھہ کا جوڑا وغیرہ طمطراق ہوتا ہی بلکہ یہ بھی ایک مصیبت بلکہ اشد مصیبت موجب بکا ہی چونکہ حضرت امام حسین ع پر مصائب پر مصائب پڑتے چلے جاتے تھے اور حضرت جانتے تھے کہ بڑی بڑی مصیبتون کا سامنا ہی کہ یکایک اسی حالت مین حضرت قاسم نے وصیت اپنے باپ کی دکھلائی تو حضرت نے یہ خیال کیا کہ جہان اور مصائب مجھے اُٹھانا ہین اور قاسم کی وصیت پر

جواب بلکہ روز عاشورا روز شادی نہ تھا

تومین عمل کرتا ہی ہون اپنی وصیت پر بھی عمل کر لون اس مصیبت کو اپنی دختر کے رنڈاپے کو بھی
اختیار کر لون تاکہ کوئی مصیبت باقی نہ رہے اور درگاہ خدا سے میرے اجر مین اور زیادتی ہو
شدت مصائب مین ایسا ہوتا ہی مثلاً کسی کے لڑکے کو قتل کرنے کے واسطے لیے جاتے ہون
تو اُسکی مان بہنین وغیرہ سوز و جزع و فزع و نالہ و فریاد کرینگی خصوصاً جب یہ کلمہ کہین کہ میرے دولھا
کو بیاہنے لیے جاتے ہین اسکو سہرا تو باندھ دو تو اور باعث شدت رقت کا ہوگا یہی کیفیت عقد
قاسم کی بھی شدت مصائب پر دلالت کرتا ہی نہ کہ خوشی و شادی پر اس مین کیا استبعاد ہے
ثانیا یہ کہ اگر استبعاد بھی مان لیا جاوے تو مجرد استبعاد سے کوئی شی بے اصل نہین ہو سکتی والا
معجزات انبیا بھی عقلاً مستبعد ہین وہ بھی بے اصل ہو جاوینگے یہی مراد ہی جناب تاج العلماء کی
رسالۂ قاسمیہ مین فرماتے ہین کہ محض استبعاد مثل خرط قتاد کے ہی یعنی قابل اعتبار نہین اور
جناب مرحوم پر یہ اعتراض کیا گیا ہی کہ مجرد استبعاد سے وہ روایت دفع نہین ہو سکتی جو موثوق
الصدور ہو یا اُسکی حجیت کسی دلیل و امارت معتبرہ سے ثابت ہو یا اُسکے لیے کوئی معارض
قوی موجود نہ ہو اور اس واقعہ مین معارض قوی بھی موجود ہی اور موثوق الصدور بھی نہین اور
حجیت بھی اسکی کسی دلیل و امارت معتبرہ سے ثابت نہین پس یہ بطریق اولی استبعاد سے دفع ہوگا
اور علاوہ استبعاد کے باقی قوادح بھی بروجہ اتم اس قصہ مین پائے جاتے ہین پس بنا بر اصل کے
عدم وقوع کا حکم کیا جائیگا انتہی جواب اوپر تفصیل سے بیان ہوا کہ کوئی دلیل و امارت نہین ہی
کہ جس سے موضوع اور جھوٹ ہونا اس واقعہ کا ثابت ہو اور یہ بھی مع مثال کے بیان ہوا کہ
معارض قوی سے بھی روایت موضوع و جھوٹ نہین ہو سکتی اور اس قصہ کا تو کوئی معارض ہی
نہین ہی اور یہ بھی بیان ہوا کہ جس دلیل و جس امارت سے اور مصائب پڑھے جاتے ہین وہی دلیل
و امارت اس واقعہ مین بھی ہی اور کوئی قادح اتم یا غیر اتم اس واقعہ کے موضوع ہونے پر
دلالت نہین کرتا اور اصل عدم تو جب جاری ہو جب کوئی دلیل معتبر اُس پر عمل کرنے کی نہ ہو اور یہان
موجود ہی واقعات تاریخیہ کے ثبوت مین دلیل معتبر علمائے فریقین کے نزدیک مورخ معتمد کا بیان ہی

جناب تاج العلماء پر جو اعتراض کیا ہی اسکا جواب

وہ یہان موجود ہی اور ایک جماعت علمانے اُسکی تصدیق کی ہو پھر کیونکر یہ مجرد استبعاد سے
دفع ہو سکتا ہی اور اسکو محض جھوٹ کہہ سکتے ہین **پانچوان شبہہ** امام حسین
علیہ السلام کی دو ہی صاحبزادیان تھین ایک سکینہ دوسری فاطمہ صغری سکینہ کے ساتھ عقد ہونا
مسلم ہو اور فاطمہ صغری کا عقد حسن مثنی کے ساتھ ہوا اب کون فاطمہ تھین جنکے ساتھ عقد قاسم کا
ہوا **جواب** اسکا کئی وجہون سے ہی **وجہ اول** انحصار دختران امام حسین علیہ السلام کا
دو صاحبزادیون مین باطل ہی ایسے امور کا ثبوت بیان مورخین سے ہوتا ہی کوئی حدیث و روایت
اس باب مین وارد نہین ہوئی ہی بلکہ روایت سے عدم انحصار پایا جاتا ہی جیسا کہ بیان ہوگا اور
مورخین کے اقوال اس باب مین مختلف ہین بیان مانعین سے بھی یہی ظاہر ہی ابن شہر آشوب
علیہ الرحمہ تین صاحبزادیان لکھتے ہین تیسری کا نام زینب لکھا ہی اور کشف الغمہ مین کمال الدین بن
طلحہ سے نقل کیا ہی کہ حضرت کی چار صاحبزادیان تھین زینب و سکینہ و فاطمہ اور چوتھی کا نام نہین
لکھا اور اسی کو قول مشہور بلکہ اشہر کہا ہی اور فصول مہمہ سے منقول ہی کہ چوتھی کا نام ام کلثوم ہی اور
بعض نے فاطمہ بھی لکھا ہی اور کتاب امالی ابن بابویہ علیہ الرحمہ مین دو مقام پر لکھا ہی مقام اول و
خرجت ام کلثوم بنت الحسین دوسرے مقام مین ہی وارسل ابن زیاد قاصداً الی ام کلثوم
بنت الحسین الخ ان عبارات سے بھی ظاہر ہوتا ہی کہ ام کلثوم بھی کوئی صاحبزادی حضرت کی تھین
اور صاحب بحار نے بھی کشف الغمہ سے یہی اقوال نقل کیے ہین اور اُنکی تضعیف نہین کی اور ابن
خشاب سے نقل کیا ہی کہ تین صاحبزادیان حضرت کی تھین زینب و سکینہ و فاطمہ اور حافظ محب الدین
ابو العباس نے بھی ذخائر العقبی مین تین صاحبزادیان لکھی ہین اور جنات الخلود مین لکھا ہی کہ قول
اصح یہ ہی کہ چار صاحبزادیان تھین اور جناب مقدس اردبیلی علیہ الرحمہ جنکی جلالت مرتبت جنکی کرامات
جنکا زہد و ورع اظہر من الشمس ہی کوئی انکار نہین کر سکتا وہ اپنی کتاب حدیقۃ الشیعہ مین لکھتے ہین
کہ قول اصح یہ ہی کہ حضرت کی چار صاحبزادیان تھین دو صاحبزادیون کا نام زینب تھا ایک کا کبری
ایک کا صغری الخ بعض نے تین صاحبزادیان لکھی ہین اور دو صاحبزادیون کا قول ضعیف ہی انتہی محصلہ

پس جب فریقین کی تصریحات سے تین اور چار صاحبزادیون کا ہونا بھی ثابت ہوتا ہی تو اس حال مین کیونکر کوئی یقینا کہہ سکتا ہو کہ دو سے زیادہ صاحبزادیان حضرت کی دتھین جب زائد کا ہونا بھی ثابت ہوا تصریحات مورخین و علماے فریقین کے بیان سے تو انھین زائد سے کسی صاحبزادی کا عقد حضرت امام حسینؑ نے قاسم کے ساتھ کر دیا ہو بموجب وصیت کے اس مین کیا خلاف عقل و نقل ہی جو یہ جھوٹ اور موضوع کہا جاتا ہی اور عزاداری مین کمی کی جاتی ہی اور روضۃ الشہدا و منتخب مین بھی یہی لکھا ہی اُس مین تصریح کسی صاحبزادی کے نام کی نہین ہی رہ گیا یہ امر کہ مشہور تو یہ ہی کہ فاطمۂ کبریٰ کے ساتھ عقد ہوا یہ کسی نے نہین لکھا تو اسکا جواب یہ ہی کہ اصل مقصود عقد کا ہونا ہی جب وہ واقع ہوا اور موضوع و جھوٹ نہ ہوا تو جس صاحبزادی سے عقد ہوا اُنکا نام فاطمۂ کبریٰ بھی ہوا اور مکرر نام ہوا کرتے ہین جیسا کہ بحار وغیرہ مین ہی کہ نام سکینہ کا امینہ تھا اطلاق سکینہ کا اُنپر غالب ہو گیا تھا نام اصلی نہ تھا اسی طرح تیسری یا چوتھی صاحبزادی کو فاطمہ کبریٰ بھی کہتے ہون یہ کیا خلاف عقل ہی بحار مین ہی کہ یزید نے امام زین العابدین سے پوچھا کہ عجب ہی آپ کے والد سے کہ اُنھون نے اپنی اولاد کا نام علی علی بہت رکھا ہی امام زین العابدین علیہ السلام نے جواب دیا کہ میرے پدر بزرگوار اپنے والد کو بہت دوست رکھتے تھے اس وجہ سے علی علی نام مکرر رکھے ہین اسی طرح پر چونکہ امام حسینؑ اپنی والدہ ماجدہ کو دوست رکھتے تھے اپنی صاحبزادیون کا نام بھی اُنھین کے نام پر فاطمہ مکرر رکھا ہو یہ کیا خلاف عقل ہی تیسری یا چوتھی صاحبزادی کو فاطمۂ کبریٰ بھی کہتے ہون بلکہ فاطمۂ صغریٰ کا ہونا قرینۂ واضحہ ہی اس بات کا کہ حضرت کی اولاد مین کوئی فاطمۂ کبریٰ بھی ہین اور یہ کہنا کہ صغریٰ اس وجہ سے کہتے تھے کہ وہ جناب سیدہ سے چھوٹی تھین خلاف عرف و رواج ہی ہر شخص جانتا ہی کہ جب کسی کی اولاد مین کسی کو چھوٹا کہتے ہین تو ہر شخص یہی سمجھتا ہو کہ اس چھوٹے سے بڑا بھی کوئی ہی یہ کوئی نہین سمجھتا بلکہ خیال مین بھی کسی کے نہین آتا کہ اسکو چھوٹا اس وجہ سے کہا ہی کہ یہ اپنے دادا دادی سے جو مر گئے ہین اُن سے چھوٹا ہی ہان البتہ لفظ کبریٰ کا اطلاق کبھی

باعتبار جلالت مرتبت کے کیا جاتا ہی جیساکہ خدیجۂ کبری یا جناب سیدہ کو فاطمہ کبری کہتے
ہین اور لفظ صغری کا اطلاق اولاد پر عرفا باعتبار سن کے ہوتا ہی پس کبری بھی ہونا چاہیے
اور روایت بحار وغیرہ کتب مقاتل سے بھی موجود ہونا فاطمہ کبری کا کربلا مین ثابت ہوتا ہی
امام محمد باقرؑ فرماتے ہین کہ جب امام حسینؑ آمادۂ شہادت ہوے اور امام زین العابدین
شدت مرض مین بیہوش تھے تو اپنی بیٹی فاطمۂ کبری کو بلایا اور اُنکو وصیت نامہ دیا اور
امانت رکھوایا کہ امام زین العابدین کو دیدین اس حدیث سے بھی ظاہر ہی کہ فاطمہ کبری نام
بھی حضرت کی صاحبزادی تھین اور بھی اس حدیث سے ثابت ہوتا ہی کہ حضرت کی صاحبزادیان
دو مین منحصر نہین ہین بلکہ دو سے زیادہ ہین اس واسطے کہ سکینہ و فاطمۂ صغری کا ہونا تو
بلاخلاف ہی زائد مین مورخین مین اختلاف ہی بعض زائد کے قائل ہین بعض نہین اور حدیث
معصوم سے زائد کا ہونا ثابت ہوتا ہی پس جو قائل زائد کے ہین وہ موافق ہین قول
معصوم کے وہی قول معتبر ہوگا کیونکہ قول مورخ جو خلاف قول معصوم ہی قابل اعتبار نہین
پس ثابت ہوا کہ حضرت کی صاحبزادیان دو سے زائد تھین اُنھین زائد کا نام فاطمہ
کبری بھی تھا جیساکہ کلام معصوم سے ظاہر ہی اگرچہ اُنکو زینب وغیرہ بھی کہتے ہون اور
یہ کہنا کہ امام حسینؑ کی صاحبزادیون مین فاطمہ ایک ہی تھین اُنھین کو صغری بہ نسبت جناب
سیدہ کے کہتے تھے اور راوی نے اُنھین کو فاطمۂ کبری سے تعبیر کیا ہی اس خیال سے
کہ وہ بڑی تھین حضرت سکینہ سے نہ یہ کہ فاطمۂ کبری کوئی دوسری بیٹی حضرت کی تھین ورنہ
لازم آئیگا کہ حضرت کی صاحبزادیون مین دو فاطمہ ہون یہ فاسد ہی جواب سنا آپ نے کہ
دو فاطمہ کے ہونے مین کوئی فساد نہین ہی اور اس قسم کے تکلفات اور تاویلات کی
ضرورت اُس وقت مین ہوگی جبکہ یقینا ثابت ہو جاوے کہ حضرت کی دو صاحبزادیون
سے زیادہ کوئی صاحبزادی نہ تھین اور یہ ثابت نہین جیساکہ سنا آپ نے مورخین نے
تین اور چار لکھی ہین پہلے انحصار ثابت کیجیے پھر تاویل کیجیے ثبت العرش ثم النقش

بلکہ راجح یہی ہو کہ زیادہ تھین جیسا کہ بیان ہوا پس ایسی تاویلین کرنا جو معنی متبادر اور تصریح مورخین کے خلاف اور رواج کے خلاف ہو کب قابل تسلیم ہو سکتی ہین اور بھی یہ کیونکر معلوم ہوا کہ راوی نے فاطمۂ صغری کو اس خیال سے فاطمۂ کبری کہا ہو کہ وہ سکینہ سے بڑی تھین بجز تجویز ذہنی کے اس خیال کی اور کوئی دلیل ہو بلکہ اسی خیال سے راوی نے اُنکو فاطمۂ کبری کہا ہو کہ وہ بڑی بہن فاطمۂ صغری کی تھین اس خیال کا تو کوئی مانع بھی نہین اور متبادر بھی یہی خیال ہو اور مورخین کے بیان کے موافق بھی ہو اگر کوئی کہے کہ علی اکبر کو اکبر اسوجہ سے کہتے ہین کہ وہ علی اصغر سے بڑے تھے اور اُنھین کو راوی نے علی اصغر سے تعبیر کیا ہو اسوجہ سے کہ وہ امیر المومنین سے چھوٹے تھے تو کوئی قبول کریگا پس معلوم ہوا کہ جس طرح علی اکبر و علی اصغر دو صاحبزادے تھے اُسی طرح فاطمۂ صغری اور فاطمۂ کبری دو صاحبزادیان تھین اگر کوئی اس مقام پر یہ شبہہ کرے کہ جب حسن مثنی نے امام حسینؑ سے خواستگاری عقد کی کی ہو تو حضرت نے فرمایا ان دونون سکینہ و فاطمہ سے جسکو چاہو اختیار کرلو اس بیان سے بھی حضرت کے ظاہر ہوتا ہو کہ حضرت کی دو ہی صاحبزادیان تھین تو جواب اسکا یہ ہو کہ حضرت کے بیان سے یہ ظاہر ہوتا ہو کہ چونکہ بڑی بیٹی میری فاطمۂ کبری قاسم کے ساتھ منسوب ہو چکی ہو حیات امام حسنؑ مین اُسکے علاوہ یہی دو لڑکیان موجود ہین ان مین سے جسکو چاہو اختیار کرلو پس بیان حضرت سے ہرگز انحصار دو صاحبزادیون مین نہین پایا جاتا اور اگر یہ شبہہ کیا جائے کہ اختلاف دختران امام حسینؑ مین ضرور ہو اور قول راجح و اظہر یہی ہو کہ دو صاحبزادیان تھین تو جواب اسکا یہ ہو کہ اول تو دو کا راجح و اظہر ہونا مسلم نہین مخالف قول معصوم کے ہو اور بر تقدیر تسلیم قول غیر راجح و غیر اظہر موضوع و جھوٹ نہین ہو سکتا جیسا کہ بیان ہوا اور صاحب ناسخ التواریخ و کتاب المآثر والآثار کا موضوع کہنا اسی بنا پر ہو جبکہ انحصار دو صاحبزادیون مین ہو اور وہ باطل ہو جیسا کہ سنا آپ نے اور بھی ایک جماعت علماے متدینین جنکا ذکر آئندہ بھی آویگا وہ اس واقعہ کے پڑھنے کی اجازت دیتے ہین اور بعض مجتہدین نے خود بھی پڑھا ہو اُنکے مقابلہ مین قول ناسخ التواریخ و کتاب المآثر والآثار

کیا وقعت رکھتا ہی اُنکا اس قصہ کو موضوع کہدینا ایسا ہی جیسا کہ اُنھون نے لکھا ہی کہ
عقد ام کلثوم کا خلیفۂ ثانی کے ساتھ ہوا خلاف جمہور متکلمین شیعہ کے پس ایسے لوگون کا
موضوع جھوٹ کہنا اُنکے قلت تدبر و عدم واقفیت قواعد سے ہی وہ مجتہد نہ تھے یہی
وجہ ہی کہ مانعین نے بھی اُنکے کلام کی رد کی ہو جا بجا وہ بری عن الخطائہ تھے جو اُنکا
قول حجت ہو مقابل مین ایک جماعت علماے مجتہدین کے اور بیان ہوا کہ علامہ مجلسی
جنکو کمال تجر و تتبع تھا اُنھون نے بھی موضوع و جھوٹ نہین کہا دوسری وجہ
بطلان شبہۂ مذکورہ کی یہ ہی کہ روضۃ الشہدا باب ششم فضائل حضرت امام حسنؑ مین
جہان وفات حضرت کو بیان کیا ہی لکھا ہی نقلی ہست کہ ام کلثوم را گفت ای خواہر نامدار
من و یادگار مادر بزرگوار من فرزندم قاسم را حاضر گردان ام کلثوم بفرمودہ تا قاسم را
آوردند حسنؑ اورا در بر گرفت روی بر روی وی نہادہ بہای ہای بگریست بعد ازان دست
قاسم بگرفت و بدست حسین داد و گفت ای برادر فلان دخترت را نامزد پسر خود قاسمؑ
کردم چون وقت آید بوی سپاری و ازوی نظر پدری و شفقت باز نداری انتہی اب
فرمائیے وہ کون سی صاحبزادی امام حسینؑ کی اُسوقت مین موجود تھین جنکو نامزد قاسم
کے کیا تھا حضرت سکینہ اُسوقت مین موجود نہ تھین اُنکا سن واقعۂ کربلا مین چھ سات
برس کا تھا اور وفات امام حسنؑ سے روز عاشورا تک تقریبًا دس برس کا زمانہ گذرا تھا
اور فاطمۂ صغری کا عقد حسن مثنی کے ساتھ ہونا مسلم ہی وہ بھی بروز عاشورا کم سن تھین
وہ خود فرماتی ہین انا کنت جاریۃ صغیرۃ یعنی مین کم سن لڑکی تھی اور یہ مسلم ہی مانع
کے نزدیک بھی کہ وہ زمانۂ وفات امام حسنؑ مین موجود نہ تھین پس معلوم ہوا کہ علاوہ ان
دو کے اور کوئی صاحبزادی امام حسینؑ کی بر وقت وفات امام حسنؑ کے موجود تھین وہ ہی
فاطمہ کبری ہین جنکی نسبت امام محمد باقرؑ فرماتے ہین کہ بر وقت شہادت کے امام حسینؑ نے
اپنی بیٹی فاطمہ کبری کو بلایا اور وصیت نامہ سپرد کیا جیسا کہ گذرا پس ثابت ہوا وجود حضرت

**دفع شبہات** فاطمۂ کبریٰ کا اُنھین سے عقد بھی کر دیا گیا بوجوہ مذکورۂ بالا
**شبہۂ اول** جو شبہات کہ دلیل اول مین بیان کیے گئے وہی یہان بھی وارد ہوتے
ہین مثل اسکے کہ صاحب روضۃ الشہدا کا بیان قابل اعتبار نہین اُسکا ماخذ معلوم نہین
قدما سے کسی نے نہین لکھا **جواب** ان سب شبہات کے جوابات دلیل اول کے
شبہات مین تفصیل سے بیان ہوے علاوہ اُنکے اس بیان روضۃ الشہدا کی مؤید
وہ حدیث فاطمۂ کبریٰ جو امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہوئی دلالت کرتی ہی
اور زیارت ناحیہ کا فقرہ جو آئندہ بیان ہوگا وہ بھی بیان مذکور کے مؤید ہو اس
حال مین وصیت مذکورہ کو بالکل جھوٹ اور موضوع کہنا صاحبان فہم کا کام نہین ہی
**شبہۂ دوسرا** خود صاحب روضۃ الشہدا نے اولاد دختری کو فقط دو صاحبزادیون
مین منحصر کیا ہی ایک سکینہ جنکا عقد عبد اللہ بن حسنؑ سے ہوا دوسری فاطمہ بنت الحسینؑ
جنکا عقد حسن مثنیٰ سے ہوا تیسری صاحبزادی کون تھین جو نامزد قاسم کے ہوئین
اس سے بھی عدم اعتبار روضۃ الشہدا کا معلوم ہوتا ہی اُسکے بیان مین تناقض ہی
**جواب** اول تو عبارت روضۃ الشہدا سے انحصار دو صاحبزادیون مین نہین نکلتا
یہ ظاہر ہوتا ہی اُنکی عبارت سے کہ قول مختار اُنکا یہی ہی کہ دو صاحبزادیان تھین نہ
یہ کہ دو سے زیادہ نہ تھین اور کیونکر انحصار ہو سکتا ہی جبکہ زائد کا ہونا بھی اکثر
مؤرخین کے بیان سے ثابت ہوتا ہی اور مؤید اسکی روایت بھی ہی جیسا کہ گذرا ثانیاً
یہ کہ اوپر بیان ہوا کہ بیانات متناقضہ کے وجود سے نہ بیانات موضوع و جھوٹ
ہوتے ہین اور نہ مؤلف کتاب اور کتاب اعتبار و اعتماد سے ساقط ہوتی ہی مصنفین
کا قاعدہ ہی خصوصاً صاحبان تواریخ کا وہ اپنے قول مختار کو بھی لکھتے ہین اور جو اُنکی
تحقیق کے مخالف ہی وہ بھی لکھتے ہین جیسا کہ علامۂ مجلسی علیہ الرحمہ نے بحار مین لکھا ہی
پامالی نعش سید الشہدا کے بارے مین المعتمد عندی ما سیاتی فی روایۃ الکافی

انہ لم یتیسر لہم یعنی معتبر میرے نزدیک بنابر روایت آئندہ کافی کے یہ ہی کہ
پامالی نہین ہوئی باوجود اسکے پامالی کے روایات بھی لکھے ہین پس اگر روضۃ الشہدا
بوجہ قول غیر مختار لکھنے کے غیر معتبر ہوگئی تو بحار بھی غیر معتبر ہوجاویگی پس وصیت امام
حسنؑ و وجود فاطمۂ کبری و عقد قاسم موضوع و جھوٹ نہ ہوا اور جناب تاج العلماء
مرحوم نے جو رسالۂ قاسمیہ مین لکھا ہی کہ ممکن ہی کہ وہ فاطمہ بنت الحسینؑ اور ہون جنکا
عقد حسن بن الحسنؑ سے ہوا اور یہ فاطمہ بنت الحسینؑ اور ہون جنکا عقد معرکہ کربلا مین
قاسم بن الحسنؑ سے ہوا انتہی بہت ٹھیک و درست لکھا ہی جناب مرحوم پر یہ اعتراض
کرنا کہ دو فاطمہ کا حضرت کی اولاد مین ہونا باطل محض ہی نہایت جسارت ہی جیسا کہ
تفصیل سے بیان ہوا اور بھی جناب مرحوم کے نزدیک چونکہ عقد قاسم کا موضوع و
بے اصل نہ تھا اور اسکے پڑھنے کی وہ اجازت دیتے تھے مثل دیگر ایک جماعت علما
کے جنکا ذکر ہوا اور آویگا لہذا چند احتمالات انھون نے تحریر فرمائے ہین جو منافی
انکے بے اصل و جھوٹ ہونے کے ہین کوئی دلائل نہین ہین جنکے باطل ہونے سے اصل
مطلب باطل ہوجاتا ہی اگر کوئی احتمال خلاف واقع بھی کسی کی نظر مین ثابت ہو تو اس سے
اصل مطلب عقد قاسم باطل نہین ہوسکتا ~~مختصر~~ و تمسک دلیل ثانی جسکو عالیجناب
خان بہادر جناب مولوی سید خیرات احمد صاحب وکیل گیا نے لکھا ہی کہ حضرت صاحب العصر
عجل اللہ فرجہ زیارت ناحیہ مین فرماتے ہین والی وصیۃ اخیک مسارعا یعنی اے
جد مظلوم آپ نے اپنے بھائی امام حسن علیہ السلام کی وصیت بجالانے مین جلدی کی
اگر وصیت سے وصیت عقد قاسم مراد نہین ہی تو اور کون وصیت ہی جو بروز عاشورا
امام حسینؑ بجالائے انتہی اقول جناب خان بہادر مذکور اس بیان مین منفرد ہین جو شخص
کہ ما مناہین سابقہ رسالۂ ہذا کو خیال کرکے اس فقرۂ زیارت کو دیکھیگا وہ سکا ذہن یہی
کہیگا کہ یہان بھی وصیت سے عقد قاسم مراد ہی بلکہ لفظ مسارعا مؤید ہی مراد مذکور کا

جناب تاج العلماء پر اعتراض کا جواب

اسواسطے کہ عرفاً مسارعت اُس فعل پر بھی صادق آتی ہو جو قبل از وقت کیا جائے مثلاً
کسی نے کہا جب میرا لڑکا بالغ ہوجاوے تو اُسکا عقد کردینا اور قبل بلوغ اُسکا عقد کردیا
گیا تو عرفاً کہا جائیگا کہ عقد کرنے مین جلدی کی بعینہ یہی کیفیت یہان بھی ہو چونکہ جناب
امام حسینؑ نے قبل بلوغ قاسم کا عقد کردیا تو حضرت نے زیارت مین فرمایا کہ آپ نے
وصیت کے بجالانے مین جلدی کی اور اگر کوئی اس مقام پر یہ شبہہ کرے کہ مراد یہان وصیت
سے وصیت تعویذ ہی اور مسارعت سے مراد فوراً فعل کا بجالانا ہی پس فقرۂ زیارت کے
معنی یہ ہوے کہ جسوقت قاسم نے تعویذ بازو کھول کر وصیت اپنے باپ کی دکھلائی تو
آپ نے اُسپر فوراً عمل کیا اجازت جہاد دیدی اس سے عقد ثابت نہین ہوتا تو جواب اسکا
یہ ہو کہ جب وصیت تعویذی ثابت ہوگئی تو عقد بھی ضرور ثابت ہوگا کیونکہ جو وصیت تعویذ
کا قائل ہو وہ عقد کا بھی قائل ہی اور جو عقد کا منکر ہو وہ وصیت تعویذ کا بھی منکر ہی اب تیسرا
قول وصیت تعویذ کا اقرار اور عقد کا انکار احداث قول ثالث خرق اجماع مرکب ہی وہ باطل
ہی اگر کوئی یہ شبہہ کرے کہ یہان وصیت سے مراد دفن و کفن ہی جو امام حسنؑ نے امام حسینؑ
سے کی تھی تو یہ شبہہ وارد نہین ہوسکتا اسواسطے کہ اسپر سرعت صادق نہین آتی دفن و
کفن جو امام حسینؑ بجالائے تو اپنے وقت پر بجالائے اُسکو سرعت نہین کہتے ہین سرعت
جب ہوتی جب دفن و کفن کا زمانہ وسیع ہوتا ایسا نہین ہی دفن و کفن کا حکم فوراً بعد
انتقال کے ہی اور بھی زیارت ناحیہ مین اُن مصائب کا بیان کیا ہو جو بروز عاشورا امام حسینؑ
پر گذرے ہین وہان وصیت دفن و کفن کا کیا موقع ہی **دلیل ثالث** ایک جماعت
نے ہمارے اکابر علمائے کرام رضوان اللہ علیہم سے عقد قاسم کو اپنے کتب مقاتل مین
لکھا ہی اگر یہ موضوع و جھوٹ ہوتا تو اتنے علمائے جلیل القدر اپنے مقاتل ہین کیون لکھتے
بلکہ بعض نے باستدلال بیان کیا ہی پس کوئی عاقل متدین ان حضرات کی نسبت یہ کہہ سکتا ہی
کہ اُنھون نے فعل ناجائز کیا جھوٹی روایت اپنی کتابون مین لکھدی استغفر اللہ وہ

علماجنھون نے عروسی قاسم کو لکھا ہی وہ بہت ہین مگر مین چند اکابر کا ذکر کرتا ہون تا کہ طول نہ ہو اول جناب شیخ فخر الدین نجفی اعلی اللہ مقامہ ہین جو مشاہیر مجتہدین و علماء محدثین ولغویین سے تھے اور عابد و زاہد و متقی و پرہیزگار تھے جیسا کہ قصص العلماء وغیرہ مین مذکور ہی انھین کی تصنیفات سے اسقدر کتابین ہین کتاب مجمع البحرین جس مین لغات قرآن مجید اور احادیث ائمۂ معصومینؑ کو باحسن وجوہ حل کیا ہی جسکے دیکھنے سے کمال تتبع اُنکا اخبار و وقائع و قصص سے پایا جاتا ہی کتاب شرح مختصر نافع کتاب تمیز المتشابہ کتاب اربعین کتاب منتخب اسی کتاب مین دامادی قاسم کو لکھا ہی اور یہ کتاب ایسی معتبر ہی کہ جناب محمد بن سلیمان تنکابنی جو بڑے عالم مجتہد صاحب تصانیف ہین اور مانع بھی اُنکو معتبر جانتے ہین وہ اپنی کتاب قصص العلماء مین منتخب کو ہم پلۂ کتاب ارشاد شیخ مفیدرح اور کتاب لہوف سید علی بن طاؤس کے لکھتے ہین اور فرماتے ہین کہ یہ کتاب نہایت معتبر ہی جیسا کہ صفحہ ۹۰ مین کتاب مذکور کے لکھا ہی جب ایسے معتبر عالم کا کلام اور کتاب غیر معتبر ہو تو شیخ مفید و سید علی بن طاؤس و بحار کا کلام و کتاب بھی غیر معتبر ہو گی بڑی جرأت و بیباکی ہی اس عروسی قاسم کو موضوع و جھوٹ کہدینا **دفع شبہات شبہہ اول** صاحب منتخب نے اس قصہ کو بلفظ روی یا نقل کہہ کے نقل کیا ہی اس سے ثابت ہوتا ہی کہ یہ قصہ اُنکے نزدیک ضعیف ہی یا اسکی صحت مین شک ہی **جواب** کئی وجہون سے یہ شبہہ قابل سماعت نہین ہی **اول** بحار وغیرہ اور مقاتل معتبرہ مین مصائب وفضائل بلفظ روی و نقل بلکہ حکی کہکے نقل کیے ہین اُنکو بھی غیر معتبر جھوٹ سمجھو حالانکہ اُنکے پڑھنے کی کسی نے ممانعت نہین کی جیسا کہ بیان ہوا **دوسرے** الفاظ مذکورہ سے اگرچہ ضعف بھی ثابت ہو مگر موضوع و جھوٹ ہونا تو نہین ثابت ہوتا پھر یہ موضوع و جھوٹ کس قاعدہ سے کہا جاتا ہی **تیسرے** روایات ضعیفہ کا پڑھنا فضائل و مصائب مین جائز ہی مانع بھی اسکے معترف ہین اور بھی ضعیف ہونا روایت کا مستلزم

اُسکے کذب کو نہین ورنہ کبھی علماء اُسکو نقل نہ کرتے بغیر بیان حال کے جیساکہ بیان ہوا
پھر کیونکر جھوٹ ہوگیا چوتھے بقول معترض ایسی روایت کی صحت مین شک ہوتا ہی
اور صورت شک مین احتمال صدق ضرور ہی اور یہی کافی ہی پڑہنے کے واسطے ہم مدعی
حتم وجزم کے نہین ہین جیساکہ گذرا اگر معترض کے نزدیک سواے روایات قطعیہ کے
دیگر روایات کا پڑھنا جائز نہین ہی تو یہ خلاف اجماع ہی اور باب فضائل ومصائب
بالکل مسدود ہو جاویگا خلاصہ یہ کہ مکرر بیان ہوا کہ مدار فضائل ومصائب بیان کرنیکا
ناقل معتبر پر ہی جب ناقل معتبر بیان کریگا وہ کسی الفاظ سے بیان کرے اُسکے پڑھنے
مین کوئی مضائقہ نہین ہی اور اسی پر عملدرآمد ہی کل ارباب مقاتل اور رواعظین وغیرہ
کا شبہہ دوسرا صاحب منتخب سے غفلت ہوگئی اسکا جواب گذرا اور ایسا احتمال
تو کل مقاتل مین ہوسکتا ہی سب غیر معتبر ہو جاوینگے شبہہ تیسرا صاحب منتخب کے
بیان سے ثابت ہوتا ہی کہ یہ قصہ اُنکے نزدیک کاذب نہ تھا مگر ہوسکتا ہی کہ فی نفسہ
موضوع وبے اصل ہو جواب اس قسم کے شبہات ارباب فہم سے بعید ہین کل کتب
مقاتل بحار وغیرہ پر یہ شبہہ ہوسکتا ہی کوئی کتاب معتبر نہین رہ سکتی آور بھی بیان ہوا کہ
ہم مکلف نفس الامر کے نہین ہین ہم پابند دلیل کے ہین ناقل معتبر کا بیان دلیل کافی ہی
ہمارے واسطے شبہہ چوتھا بیان صاحب منتخب کا ارباب تواریخ وسیر کے نصوص کے
اور دیگر اعلام کی تصریحات کے بالکل خلاف ہی لہذا غیر معتبر ہوگا جواب اول تو
صاحب منتخب ایسے جاہل نہ تھے کہ جو بیان اس قسم کا ہو وہ اپنی کتاب مین لکھدین اور
اُنکی جانب سے یہ عذر کرنا کہ اُنھون نے اولا بارادۂ تالیف منتخب ہر رطب ویابس و
بے اصل کو جمع کردیا ہو نظر ثانی کی نوبت نہ آئی ہو کہ کتاب شائع ہوگئی اُنکی نالائقی
اور عدم اعتماد پر دلالت کرتا ہی آور بھی اس بنا پر چاہیے تھا کہ بہت سے موضوعات
وبے اصل روایات منتخب مین ہوتے دوسرے یہ کہ سابق مین بیان ہوا کہ ہرگز یہ واقعہ

خلاف نہین ہو کسی نے مؤرخین قدماء سے اسکے موضوع ہونے کی تصریح نہین کی اور نہ
کسی نے اعلام متقدمین سے اسکو موضوع کہا ہو بلکہ ایک جماعت علما کا اس واقعہ کو منتخب
سے نقل کرنا دلیل اسکے عدم موضوعیت اور اعتبار کی ہو اور نہ لکھنا اعلام متقدمین کا مستلزم
اسکے وضع و کذب کے نہین جیسا کہ مع مثال کے گذرا پھر کیونکر یہ واقعہ انکے نصوص
و تصریحات کے خلاف ہوا اور اسی بیان سے باطل ہو گیا یہ کہنا کہ صاحب منتخب نے منقول عنہ
کے اعتماد پر عروسی قاسم کو لکھدیا اور اسکے معارضات کی جانب التفات نہ کیا یہ بمنزلہ ثبت
العرش ثم انقش کے ہو جب کوئی معارض ہی نہ تھا تو التفات کس کی جانب کرتے کیا
وہ ایسے ناقابل تھے کہ کل اعلام متقدمین اور صاحبان تواریخ تو عروسی کو بے اصل ہو
موضوع کہین اور وہ مطلع نہ ہون بلا تحقیق اپنی کتاب مین لکھدین ذرا صاحبان بصیرت
ان بیانات کو ملاحظہ کرین اور جناب تاج العلماء رسالۂ قاسمیہ مین تحریر فرماتے ہین جسکا خلاصہ
یہ ہو کہ عدم الوجدان لایدل علی عدم الوجود کسی چیز کا دستیاب نہ ہونا اسپر دلالت
نہین کرتا کہ وہ چیز در اصل بھی موجود نہ ہو کم ترک الاول للاخر مسلمات سے ہو اکثر چیزین
متقدمین کو بوجہ عدم دستیاب ہونے کتب کے حاصل نہین ہوئین اور متاخرین کو حاصل
ہوئین چونکہ یہ قصہ مسائل ضروریہ سے نہ تھا اس وجہ سے قدماے اعلام نے اسکی
جانب زیادہ توجہ نہین کی انتہی ملخص ما افاد فاجاد جناب مرحوم کے اس بیان پر
اعتراض کیا ہو جسکا خلاصہ یہ ہو کہ اگرچہ ممکن ہو کہ بعض مطالب کسی وجہ سے قدماء کو
نہ معلوم ہون اور متاخرین کو معلوم ہو جاوین مگر نفس امکان سے کوئی واقعہ ثابت نہین
ہو سکتا جب تک کہ اسکا کوئی شاہد و دلیل نہ ہو اور بعض مجاہیل کے بیان کرنے سے
کوئی واقعہ ثابت نہین ہوتا خصوصاً جبکہ وہ واقعہ جملۂ اہل فن اور علماے فریقین کے
نصوص و تصریحات سے بے اصل و موضوع ہو اور واقعہ بھی ایسا ہو کہ جسکی نظیر تمام عالم
مین نہ مل سکتی ہو اور دعوی کشف و کرامات کا اس مقام پر مسموع نہین ہو انتہی ملخص الاعتراض

جناب تاج العلماء پر اعتراض کا جواب

**جواب** اس مقام پر معترض نے درشت الفاظ بے ادبانہ جناب مرحوم کے جواب مین لکھے ہین حالانکہ کلام جناب مرحوم کا چست و درست ہی لائق ایسی درشتی کے نہین ہی اور اعتراض بے سر و پا ہی لائق اسکے ہی کہ الفاظ غیر مناسب اُسکے جواب مین استعمال کیے جائین مگر ہم خلاف تہذیب جان کر درشتی کلام سے اعراض کرتے ہین اصل شبہہ کے جواب پر اکتفا کرتے ہین وہ یہ ہی واقعات تاریخیہ کا شاہد و دلیل کل علما کے نزدیک ناقل معتبر کا بیان ہی خصوصا جبکہ وہ علماء متدینین و متتبعین سے ہو تو اور زیادہ قابل وثوق ہوگا اور وہ یہان موجود ہی جناب شیخ طریح نجفی اعلی اللہ مقامہ بلکہ دیگر علما بھی ناقل ہین اس واقعہ کے بلکہ کتب سماویۂ قدیمہ وغیرہ مین بھی اسکی جانب اشارات مثل اشارات شہادت سید الشہداء کے موجود ہین اب صاحبان فہم سمجھ لین اس حال مین یہ کہنا کہ اس واقعہ کا کوئی شاہد و دلیل نہین ہی صحیح ہی یا غلط اور ایسے ناقلین معتبرین کو کوئی مجاہیل مین شمار نہین کر سکتا رہ گئے ملا حسین کاشفی وہ بھی مجہول و غیر معتبر نہین ہین اور نہ کسی نے اُنکو غیر معتبر لکھا ہی جیسا کہ بیان ہوا پس لامحالہ مجاہیل سے وہی شخص مراد ہوگا جس سے صاحب منتخب نے بلفظ روی یا نقل کہہ کے اس واقعہ کو نقل کیا ہی اور یہ تفصیل سے بیان ہوا کہ الفاظ مذکورہ سے روایت موضوع و جھوٹ نہین ہوسکتی اور یہ بھی بیان ہوا کہ کسی نے قدماء اعلام سے تصریح و نص اسکے موضوع ہونے کی نہین کی اور نہ کوئی ایسا قصہ بیان کیا ہی جس سے عروسی قاسم کا بطلان ثابت ہو پھر کیونکر معلوم ہوا کہ یہ واقعہ ایسا ہی کہ اسکی نظیر تمام عالم مین نہین یہان البتہ یہ کہنا زیبا ہی کہ کشف و کرامات سے معلوم ہوا اور اگر بعض اعلام اسکو غیر معتبر جانتے ہین تو بعض معتبر بھی جانتے ہین مسئلہ اختلافی ہوا موضوع و جھوٹ کیونکر ہو سکتا ہی جیسا کہ بیان ہوا **شبہہ پانچوان** صاحب منتخب نے اس قصہ کو غالبا روضۃ الشہدا سے نقل کیا ہی اور وہ غیر معتبر ہے

**جواب** صاحب منتخب نے اس واقعہ کو بلفظ روی یا نقل کہہ کے نقل کیا ہی اور یہ لفظ

عام ہی کوئی شخص خاص اس سے نہین نکلتا اور مسلمات سے ہی لا دلالۃ للعام علی الخاص لفظ
عام کسی شخص خاص پر دلالت نہین کرتا اور جناب علیین مکان نے مجالس مفجعہ مین بطور احتمال
کہا ہی کہ شاید ماخذ انکا روضۃ الشہدا ہو پس احتمال ہی کہ صاحب منتخب نے کسی اور کتاب
معتبر سے نقل کیا ہو اور چونکہ وہ ناقل معتبر ہین اُنکا بیان کافی ہی اور اگر فرض کیا جائے کہ
روضۃ الشہدا ہی سے نقل کیا ہی تو بھی وہ غیر معتبر نہین بلکہ ایسے عالم جلیل القدر کا اُس سے
نقل کرنا دلیل اُسکے اعتبار کی ہی **شبہہ چھٹا** اس واقعہ مین ایسے اشعار حضرت قاسم کی
جانب منسوب ہین جو مشتمل مضامین بیجا اور عیوب و نقائص پر ہین جو کسی طرح حضرت قاسم
کی طرف منسوب نہین ہو سکتے **جواب** اکثر نسخون مین منتخب کے یہ اشعار نہین ہین بلکہ جن
علما نے اس واقعہ کو منتخب سے نقل کیا ہی اُنھون نے بھی یہ اشعار نہین لکھے ہین اور نہ
روضۃ الشہدا مین ہین کسی نے بطور زبان حال کے ملحق کر دیے ہونگے پس اُنکے عیوب
و حسن و قبح سے بحث بے سود ہی **شبہہ ساتوان** اس قصہ مین بیان کیا گیا ہی کہ حضرت
قاسم وداع فاطمہ کے واسطے تشریف لائے اور یہ مستبعد ہی اہل کوفہ و شام کہان انکی
مہلت دیتے تھے کہ واپس آوین **جواب** یہ شبہہ بھی عجیب ہی علی اکبر و دیگر اصحاب کا بلکہ خود
سید الشہدا کا مکرر واپس آنا میدان جنگ سے اکثر مقاتل مین مذکور ہی اس مین استبعاد
کیا ہی اور استبعاد سے واقعہ غلط بھی تو نہین ہو جاتا خصوصاً جبکہ بزرگ وہ ہین جنھون نے
عروسی قاسم کو لکھا ہی وہ علامہ جناب سید ہاشم بن سلیمان علیہ الرحمہ ہین اُنکی حالات مین جناب
محمد بن سلیمان تنکابنی کتاب قصص العلماء مین اور جناب شیخ یوسف بحرینی جو کملائے محدثین سے
ہین کتاب لؤلؤۃ البحرین مین لکھتے ہین کہ جناب سید ہاشم بن سلیمان جو مشہور بعلامہ ہین
ایسے محدث کامل اور جامع و متتبع اخبار تھے کہ سوائے علامہ مجلسی کے کوئی اُنپر سبقت نہین
لے گیا اور بہت سی کتابین اُنکی تصنیفات سے ہین جنکے بیان مین طول ہوگا اتنا بڑا جلیل القدر
عالم دامادی قاسم کو اپنی کتاب مدینۃ المعاجز مین لکھتا ہی اب اسکو کیونکر ہم بے اصل محض

اور جھوٹ کہہ سکتے ہین جب عالم بھی معتبر نہ ہووے تو کسکا اعتبار کیا جائے **دفع شبہات شبہۂ اول** سید ہاشم بحرینی نے اس قصہ کو منتخب سے نقل کیا ہی اور صاحب منتخب کا کلام ضعیف ہی اور سید ہاشم چونکہ صاحب منتخب کو موثوق بہ اور معتبر جانتے تھے اس وجہ سے بحوالۂ کتاب اُنھون نے لکھدیا **جواب** صاحبان فہم غور کرین کہ سید ہاشم سا علامہ جلیل القدر صاحب منتخب کو موثوق بہ اور معتبر جانی اور اُنکے موثوق بہ اور معتبر ہونے مین آج تک کسی نے کلام بھی نہین کیا ہی معترض اُنکو موثوق بہ اور معتبر نہین جانتے اب ہم زیادہ نہین لکھ سکتے ارباب فہم خود سمجھ لینگے اور اگر صاحب منتخب کا کلام ضعیف ہی تو ضعیف سے اگر مراد ضعیف السند ہی تو اُسکا نقل کرنا فضائل و مصائب مین بلا اختلاف جائز ہی مانع بھی اسکا انکار نہین کر سکتے اور اگر ضعیف سے مراد موضوع و جھوٹ ہی تو جلالت مرتبت صاحب منتخب کی مانع قوی ہی اُسکے نقل کی اور بھی بیان ہوا کہ منتخب نہایت معتبر کتاب ہی ہم پلہ ارشاد شیخ مفید اور لہوف سید علی بن طاؤس کے اور بھی سید ہاشم جسکا کوئی ہم پلہ نہ ہو اُسکے زمانہ مین علم حدیث مین سوائے مجلسی کے اُسکو نہ معلوم ہو جھوٹ صاحب منتخب کا اور معترض کو معلوم ہو جاوے اور بھی جب بحوالۂ منتخب علامۂ سید ہاشم کے واسطے نقل کرنا جائز ہو گیا تو ہمارے واسطے بھی جائز ہو گا تو بھی موضوع و جھوٹ نہ ہوا کیونکہ جھوٹ کا بیان کرنا کسی طرح جائز نہین ہی تیسرے بزرگوار جناب ملا محمد تقی برغانی ملقب بلقب شہید ثالث ہین بڑے عابد و زاہد عالم متبحر تھے قصص العلما مین اُنکی عبادت کے حال مین لکھا ہی کہ نصف شب سے طلوع صبح صادق تک اپنی مسجد مین تشریف لے جاتے تھے اور مناجات و دعائین پڑھا کرتے تھے اور تضرع و زاری و بیقراری سے نالہ و فریاد کیا کرتے تھے اور مناجات خمسۂ عشر زبانی پڑھا کرتے تھے برابر یہی طریقہ جاری رہا یہان تک کہ اسی حالت مین شب کو شہید ہو گئے اور مکرر موسم سرما مین شدت برف باری کے زمانہ مین پشت بام مسجد پر تشریف لیجایا کرتے تھے ایک پوستین

دوش پر اور عمامہ سر پر رکھ کے مشغول تضرع وزاری ومناجات مین رہتے تھے اور دست دعا آسمان کی جانب بلند کرتے تھے یہان تک کہ برف سے سر سے پا تک تمام بدن اُنکا سفید معلوم ہوتا تھا اور تصنیفات سے اُس جناب کی بہت سی کتابین ہین جن کے ذکر مین طول ہوگا جسکا جی چاہے وہ قصص العلماء اور نجوم السماء مین دیکھ لے منجملہ اُنکے کتاب عیون الاصول دو جلدون مین ہی جسمین قوانین پر ایرادات کیے ہین اور کتاب منہج الاجتہاد ہی شرح شرائع الاسلام کی جو بیس جلدون مین ہی جس زمانہ مین شیخ محمد حسن نجفی جواہر الکلام کو لکھتے تھے جب بحث جہاد تک پہونچی تو اُنکے پاس جہاد کے متعلق پورا سامان نہ تھا فقہا نے کتاب جہاد کو کم لکھا ہی پس جناب شیخ محمد حسن مرحوم نے کتاب الجہاد منہج الاجتہاد کی شہید ثالث کے صاحبزادے آقا محمد سے عاریت لی تو کتاب جہاد جواہر الکلام تمام ہوئی ایسے صاحب مرتبت وجلیل القدر عالم نے عروسی قاسم کو اپنی کتاب مجالس المتقین مین لکھا ہی اب اسکو کوئی جھوٹا کہہ سکتا ہی نعوذ باللہ **چوتھے** بزرگوار حاجی ملا محمد صالح برغانی ہین قصص العلما مین لکھا ہی وہ بھائی شہید ثالث کے تھے اور نہایت عابد وزاہد اور متتبع تھے احادیث واخبار کے بلکہ اپنے زمانہ کے سلمان تھے اول درجہ کے مجتہد تھے بہت کتابین اُنکی تصنیفات سے ہین وہ جناب اپنی کتاب مخزن البکا مین عروسی قاسم کو لکھتے ہین **پانچوین** بزرگوار ملا مہدی نراقی ہین جو اکابر علما ومجتہدین سے تھے صاحب تصانیف کثیرہ ہین منجملہ اُنکے کتاب معتمد الشیعہ ہی اور کتاب مشکلات العلوم ہی جس مین عجائب وغرائب فوائد لکھے ہین اور بھی بہت تصانیف ہین نجوم السماء مین تفصیل سے لکھے ہین وہ اپنی کتاب محرق القلوب مین عروسی قاسم کو لکھتے ہین اصل عبارت اُنکی یہ ہی چونکہ فقیر این حکایت را در بعضی کتب ملاحظہ نمودہ کہ اعتبار آن کتب بوجہی چند در نزد فقیر بصحت پیوستہ لہذا قصہ قاسم را با حکایت او بنہجی کہ اظہر واوضح است در اینجا ایراد نمودہ میشود انتہی **چھٹے** بزرگوار جناب محمد بن سلیمان تنکابنی ہین جو بڑے عالی مرتبت صاحب تصانیف

کثیرہ ہین ہر فن مین اُنکی تصنیف ہی قصص العلما مین اُنکے حالات تفصیل سے لکھے ہین اور
مانع بھی اُنکو معتبر جانتے ہین وہ جناب اخبار و واقعات کربلا کو داخل قاعدۂ تسامح فی
ادلة السنن مین نہین لیتے ہین اور لکھتے ہین کہ اخبار مصیبت صحیح باصطلاح متاخرین کمیاب
ہین اِس چاہیے کہ اخبار غیر صحیحہ نہایت تفحص و تجسس سے لکھے جاوین باوجود اِس اہتمام
کے وہ جناب عروسی قاسم کو اپنی کتاب اکلیل المصائب مین لکھتے ہین اُنکے بیان سے ظاہر
ہو کہ نہایت تفحص و تجسس سے اُنھون نے اِس واقعہ کو لکھا ہی اور فصل سوم مین اُس
کتاب کی لکھا ہی کہ تصریح عروسی قاسم اور مصائب حضرت سید الشہدا کی وجی کو دک مین ہو جسکو
ہنود ہیلد سکتے ہین اور تفصیل سے بحوالۂ کتاب قصہ وجی کو دک کو لکھا ہی جسکا جی چاہیے
وہ اُس کتاب مین دیکھ لے اور فصل پنجم مین لکھا ہی کہ جاماسپ منجم بعض احادیث سے ظاہر
ہوتا ہی کہ وہ پیغمبرون سے تھا وہ اپنی کتاب جاماسپ نامہ مین جو بطریق جفر جامع کے لکھی ہی
اور اُس مین اخبار آئندہ کی خبر دی ہی اور ایک ہزار سال سے زیادہ قبل بعثت ہمارے حضرت
کے تھا اُس مین شہادت امام حسینؑ اور عروسی قاسم کی خبر ہی ان سب امور کے دیکھنے سے
کوئی عاقل عروسی قاسم کو بے اصل محض کہہ سکتا ہی اور اگر یہ کہا جائے کہ وجی کو دک مین
اور جاماسپ نامہ مین تصریح عروسی قاسم کی نہین ہی کیونکر معلوم ہوا کہ وہان عروسی قاسم ہی
مراد ہی نہ غیر تو جواب اسکا یہ ہی کہ کتب قدیمہ مین اشارات شہادت امام حسینؑ کے ہین
اور بشارات نبوت محمد مصطفٰی کے ہین جس طرح اُن سے شہادت امام حسینؑ اور نبوت محمد مصطفٰی
مراد لی ہی اُسی طرح یہان بھی عروسی قاسم مراد لیتے ہین اور بھی اگر تصریح نہین ہی تو احتمال تو ضرور ہی پھر
بھی یقینی جھوٹ کیونکر ہو گیا مگر یہ کہ کہا جائے اشارات مطلقاً نہین ہین یہ جو علما نے لکھا ہی
سب غلط ہی کوئی نہین سمجھا اور بھی قصص العلما مین اکلیل المصائب کے اعتبار مین لکھا ہی کہ یہ
کتاب مشتمل ہی اخبار معتبرۂ مصیبت پر اور یہ کتاب مانند قواعد فقہیہ کے ہی فقہا اُسکو اصل
جان کر اُس سے فروع اخذ کرتے ہین اب صاحبان فہم خوب سمجھ لین کہ جسکو اسقدر اہتمام ہو

بیان مصائب مین اور ایسی کتاب معتبر مین وہ عروسی قاسم کو بدلائل لکھے اسکو بالکل جھوٹ کہنا کس قاعدہ سے روا ہو گیا **ساتوین** بزرگوار شیخ جعفر شوستری نجفی صاحب خصائص ہین جنکا ورع و تقدس و اجتہاد مسلم الثبوت ہی کوئی انکار نہین کرتا اُن جناب نے اس قصہ کو پڑھا بھی ہی اور مجالس مواعظ و بکا مین لکھا بھی ہی صفحہ ۹۴ کتاب مذکور مطبوعہ بمبئی مین اور بھی حسب تصریح مانع شیخ مذکور نے اس واقعہ کو کتاب فوائد المشاہد کے صفحہ ۳۶۲ مین لکھا ہی **دفع شبہات شبہہ اول** مجالس مواعظ و بکا شیخ مذکور کی نہین ہی **جواب** دعوی بلا دلیل قابل عتبار نہین ہی ہر کتاب کی نسبت یہ کہہ سکتے ہین عنوان و طریقۂ بیان اس کتاب کا مثل خصائص کے بلکہ اکثر بیانات اُسکے ترجمہ خصائص کا بلکہ صفحہ ۸۸ کتاب مذکور مین خود جناب شیخ لکھتے ہین کہ اگرچہ در کتاب خصائص ذکر کردہ ام از حالات و صفات آن حضرت الخ اور بعض علماء نجف اشرف نے مثل ملا ابو القاسم صاحب کے بیان کیا ہی کہ یہ مجالس مین نے اُنکو پڑھتے سنا ہی اس حال مین کہنا کہ یہ کتاب اُنکی نہین ہی کون تسلیم کریگا **شبہہ دوسرا** فوائد المشاہد مین تقریرات شیخ کو جمع کیا ہی ممکن ہی کہ مؤلف تقریرات نے اس قصہ کو از خود نقل کر دیا ہو اور اگر ذکر بھی کیا تو قابل استدلال نہین ہی **جواب** معترض نے خود کہا ہے کہ نفس امکان سے کوئی واقعہ ثابت نہین ہوتا جب تک کہ اُسکا کوئی شاہد و دلیل نہ ہو تو یہان کون شاہد و دلیل ہو جس سے یہ ثابت ہوا کہ مؤلف تقریرات نے عروسی قاسم کو از خود فوائد المشاہد مین لکھ دیا ہی شیخ نجفی کا بیان نہین ہی مگر یہ کہ کہا جائے جو اپنے مطلب کے خلاف ہی وہ سب جھوٹ ہی ایسے احتمالات دور از کار کا استدلال مین بیان کرنا ارباب فہم کو نہ چاہیے ورنہ کسی کا فعل قابل اعتبار نہ رہے گا اور بھی صفحہ ۳۶۲ مین حسب تصریح مانع خود شیخ نے لکھا ہی کہ عروسی قاسم کا بعض نے انکار کیا ہی اور صاحب منتخب نے لکھا ہی انتہی اس بیان سے بھی ظاہر ہی کہ مؤلف تقریرات نے از خود یہ واقعہ نہین لکھا ہی بلکہ خود شیخ کا بیان ہی بلکہ کتاب مجالس مواعظ و بکا مین شیخ کا

لکھنا عروسی قاسم کو دلیل کافی ہو اسکی کہ فوائد المشاہدین مؤلف تقریبات نے اسکو اپنی طرف سے نہین داخل کیا ہو بلکہ خود شیخ کا بیان ہو اور بیان شیخ ضرور قابل استدلال ہو مجتہدین کے اقوال استدلال مین پیش کیے جاتے ہین اور بھی بیان شیخ سے اختلاف پایا جاتا ہو اس سے بھی اس واقعہ کا بے اصل وجھوٹ ہونا ثابت نہین ہوتا **آٹھوین** بزرگوار سید العلماء جناب سید حسین صاحب عرف جناب میرن صاحب مرحوم ومغفور جنکا فضل وکمال وورع و تقدس ظاہر وآشکار ہو اُنھون نے مجالس مفجعہ مین لکھا ہے اور اجازت پڑھنے کی دی ہو غرض اُن جناب کی یہ ہو کہ دلیل مقتضی اُسکے پڑھنے کی ہو لہذا پڑھنا اُسکا جائز ہو یہ غرض اُنکی نہین معہٰذہ اُنکی تحریر سے پایا جاتا ہو کہ عروسی قاسم واقع ونفس الامر مین ثابت ہو تا کہ اُنکا کلام مورد شبہات ہو **نوین** بزرگوار جناب تاج العلما مولانا سید علی محمد صاحب قبلہ مرحوم ومغفور مین جنکا فضل وکمال وتحقیق وتنقید کسی پر پوشیدہ نہین ہو اُنھون نے تو رسالۂ قاسمیہ اُس کے پڑھنے کے جواز مین لکھا ہو جیسا کہ بیان ہوا اور جو شبہات کہ اُن جناب کے افادات پر کیے گئے ہین اُنکے جوابات اسی رسالہ کے بیانات سے واضح وآشکار ہین **دسوین** بزرگوار جناب مفتی میر عباس صاحب ہین جنکی جلالت قدر کا کوئی انکار نہین کر سکتا وہ اپنی مثنوی بیت الحزن مین فرماتے ہین ؎

| | | | |
|---|---|---|---|
| . | علی اکبرم بر دل سنان خوردہ<br>چہا بر تازہ داماد م زرفتہ است | زجور پیر گردون نوجوان مرد<br>وداع قاسم از یادم نرفتہ است | |

اور اس مقام پر یہ تاویل کرنا کہ تازہ داماد سے قاسم مراد نہین ہین بلکہ عبداللہ بن حسن مراد ہین خلاف معنی متبادر کے ہو صاحبان فہم خوب سمجھتے ہین خصوصاً جبکہ دامادی قاسم واقع ہو چکی ہو اور مشہور بھی ہو اور عبداللہ بن حسن کی دامادی غیر مشہور رہو اور اگر فرض بھی کیا جائے کہ عبداللہ بن حسن کا عقد قبل واقعہ کربلا کے سکینہ کے ساتھ ہوا تھا تو بھی اقل مرتبہ چھ سات مہینہ کا زمانہ عاشورا تک ضرور گذرا ہو گا تو بھی اُنپر اطلاق تازہ کا نہ ہو گا اور ابھی تک جناب مفتی صاحب کے

جاننے والے موجود ہین کہ اُنھون نے کبھی عروسی قاسم کو منع نہین کیا اور خود بھی برابر سنا کیے پس اُنکے قول کی یہ تاویل کرنا از قبیل تاویل القول بما لا یرضی بہ قائلہ کے ہو اور بھی ثبوت عروسی قاسم کا منحصر اس شعر پر نہین لہذا زیادہ بحث بیکار ہو ارباب فہم کے فہم پر چھوڑ دیا گیا اسی طرح بہت سے علما نے اس واقعہ کو لکھا ہو بیان مین طول ہوگا منصف کے واسطے اسی قدر کافی ہو **دلیل رابع** عروسی قاسم کے پڑھنے کو کسی عالم کا منع نہ کرنا کربلاے معلی نجف اشرف مشہد مقدس وغیرہ مین برابر پڑھا جاتا ہو کوئی عالم منع نہین کرتا بلکہ خود علما نے پڑھا ہو اور یہان بھی عہد جناب غفرانمآب سے آج تک جتنے علما و مجتہدین گذرے ہین کسی نے منع نہین کیا جناب سلطان العلما جناب سید العلما جناب سید تقی صاحب جناب سید بندہ حسین صاحب جناب سید ابراہیم صاحب جناب سید کھچن صاحب جناب مفتی میر عباس صاحب جناب مولوی میر احمد علی صاحب جناب سید علی محمد صاحب جناب میر آغا صاحب جناب سید ابو صاحب اعلی اللہ مقامہم یہ سب علما سنا کیے اور اُنکی مجالس مین پڑھا جاتا تھا کبھی کسی نے صراحۃً ضمناً اشارۃً کنایۃً منع نہین کیا بلکہ بعض مومنین سے سنا گیا ہو کہ جناب ابو صاحب فرمائش کرکے اسکو پڑھواتے تھے العلم عند اللہ اگر یہ واقعہ عروسی قاسم جھوٹ ہوتا اور جھوٹ کا سننا جائز نہین ہو یہ علما ہرگز نہ سنتے اور منع کرتے اگر عموماً منع نہ کرتے تو اپنی مجالس مین تو ضرور نہ پڑھواتے جیسا کہ سوزخوانی جو غنا کے ساتھ ہوتی ہو اُسکی ممانعت کرتے ہین اور نہ سنتے ہین مگر یہ کہ ان علما کی نسبت کہا جائے کہ یہ مغفلین سے تھے فتامل وتدبر واخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین و

الصلوۃ علی محمد والہ الطاہرین

حررہ بیمناہ السید ابو الحسن حرسہ اللہ وابقاہ

وحشرہ مع من یتولاہ محمد والہ المہدیین بھداہ

تمت

# فہرست تصنیفات جناب مصنف علامہ مدظلہ العالی